اظہر حسن زیدی
کی
چند تقاریر

از صفدر حسین ڈوگر
راولپنڈی

انتساب

حضرت زید شہیدؑ کے نام

جن کی سنت ادا کرتے ہوئے حضرت خطیب آل محمد
مولانا سید اظہر حسن زیدی اس مصلوب ماحول میں وقت گزار
کر اپنے آباؤ اجداد کے جوار میں تشریف لے گئے۔
میں اس کتاب کا ثواب ان کے درجات کی بلندی کے
لئے ان کی روح کی نذر کرتا ہوں۔

شاعر آل عمرانؑ صفدر حسین ڈوگر
سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی
11 دسمبر 1997ء

منفرد خطیب

لاہور کے روزمرہ اور شہر کے مذہبی اور اجتماعی حلقوں میں " زیدی صاحب " سے مولانا اظہر حسن صاحب ہی مراد لیے جاتے ہیں۔ یہ کمالِ محبت کی دلیل اور کمالِ شہرت کا ثبوت نصف صدی سے وہ پنجاب میں دین کی خدمت کر رہے ہیں اور متحدہ ہندوستان کے ان صاحبانِ منبر میں شمار ہوتے ہیں جن کی تقریر ہمیشہ لاجواب مانی جاتی رہی۔ پاکستان میں وہ طرزِ خاص کے موجد اور نفیس ترین انداز کے خطیب ہیں ان کا رنگ ڈھنگ سب سے جدا اور ان کا اسلوب بیان سب سے الگ ہے خطابت ان کو وہبی طور پہ ملی ہے۔ فطری طور پر وہ خطیب ہیں۔ ان کا لہجہ، ان کی آواز، ان کا تخاطب ان کی زبان کسی اور کے حصے میں نہیں آئی۔ وہ اسٹیج پر لفظوں سے جادو کرتے ہیں۔ وہ منبر پر فقروں سے گلدستے پیش کرتے ہیں۔ وہ سبک روی میں گل پاشی اور ٹھہر ٹھہر کر عطر و گلاب کی بارش کرتے ہیں۔ زبان پر وہ قدرت ہے کہ بڑے بڑے ادیب دنگ رہ جاتے ہیں

وہ ـــــــ بات سے بات نکالتے ہیں تو صاحبانِ ذوق پھڑک جاتے ہیں اور فقرے پر فقرے کہتے ہیں تو سونے والے جاگ جاتے ہیں۔ مجمع کیسا ہی ہو وہ سننے والوں کو اپنے ساتھ کر لیتے ہیں جوش کو ٹھنڈا کرنا، جمود کو توڑنا، خاموشی کو درود و سلام، داد و نعرے میں بدلنا۔ اور نعروں کو آہوں میں ڈھالنا سب نے دیکھا ہے۔ ان کے یہ

کمالات فن دیکھنے والے جانتے ہیں کہ کوئی دوسرا خطیب وادیب، مقرر و ذاکر محنت و کوشش کے باوجود اس سادگی وآسانی سے اس مشکل سے عہدہ برآ نہیں ہو سکا۔

بلبل بوستان آل عبا، شیریں دہن، شیریں بیان، سادہ زبان اور رسیلی آواز سے جب گفتگو شروع کرتے ہیں تو دوستوں کا کیا ذکر دشمن بھی گوش برآواز ہو جاتے ہیں۔ جب وہ نکتے، فضائل کے رستے، مطالب کے گوشے نکالتے اور مجمع کو لطیف ترین پیرایے میں بات سمجھاتے ہیں تو جاہل و عالم، (زیرک و نکتہ شناس) دانا اور نادان سب کو لطف آتا ہے، سب داد دیتے ہیں، سب اپنے اپنے ذوق اور رسائی کے مطابق ان کی بات سمجھ جاتے ہیں۔ جیسے غالب کا شعر یا انیس کی بیت ہو۔

خطیب آل محمدؑ، اردو میں خطبہ پڑھتے ہیں۔ آیت کے ترجمے سے کلام کا آغاز کرتے ہیں۔ اجنبی محسوس کرتا ہے کہ مولانا عربی نہیں جانتے آہستہ آہستہ جب وہ تفسیر و کلام، مناظرہ و تاریخ کی مشکلات سے گذرنا شروع کرتے ہیں تو بڑے سے بڑے عالم حیران رہ جاتے ہیں کہ یہ شخص کس قدر صاحب نظر، وسیع المطالعہ اور عالم و قابل ہے۔ انہوں نے شروع شروع میں مدرسہ میں پڑھا ہے اور بنیادی علوم اسلامیہ سمجھ کر نکلے۔ حافظہ بلا کا ہے اور اب تک مسائل یاد ہیں۔ لیکن افتاد طبع کے ہاتھوں اظہار و مبالغہ سے بچے اور مولانا اظہر حسن صاحب قبلہ سے زیدی صاحب بننے کو ترجیح دی خوش باشی اور بے تکلفی نے انہیں ہر ایک گروہ میں داخل کر دیا، ہر طبقے کے افراد انہیں اپنا سمجھتے اور وہ بھی سب کو اپنا جانتے ہیں۔ اسی بنا پر انکی

شہرت میں محبوبیت اور انکی محبوبیت میں شہرت کی آمیزش ہے۔

جناب مولانا اظہر حسن صاحب زیدی۔ ایک خوش حال زمیندار، باعزت خاندان سادات کے فرزند ہیں۔ ان کے مزاج میں بے نیازی، ان کے طور طریقوں میں خودداری، ان کے لباس میں نفاست، ان کی معاشرت میں خوش باشی اور ان کے اخلاق میں دل کشی ہے۔ وہ ایک مدت دراز سے مریض ہیں مگر مرض ان کی شگفتگی اور مسکراہٹ کو ختم کرنے سے عاجز آچکا ہے۔ انہیں ایک حکمران نے کچل دینے کی تدبیر کی، جیسے کسی زمانے میں خانخانان کو ہاتھی کے پیروں تلے ڈالوانے کی سعی کی جاتی تھی، آمرانہ نظام اور دین دشمن حکمران کے دور میں علماء نے کہا کہ چاند نہیں ہوا کل عید نہیں ہے اور وقت کے فرمانروا کے ماتھے پر شکن آگئی۔ مولانا اظہر حسن صاحب زیدی ظلم کی ٹکر سے چور چور ہو گئے مگر دشمن انہیں مار نہ سکا، وہ زندہ ہیں۔ اور زندگی سے برسر پیکار ہیں۔

وہ دشمن پر اپنے طنز کے تیر و خنجر سے حملے کرتے ہیں۔ اور دوستوں کو گل کے تحفے اور بلبل کے چہچہے پیش کرتے رہتے ہیں۔ ایک مدت سے امراض اور ایکسیڈنٹ کی تکلیفوں نے نڈھال کر رکھا ہے۔ سننے کی قوت ختم ہے اور دیر تک بولنے کی عادت بھی نہیں رہی ہے۔ اس کے باوجود جب وہ بالائے منبر آتے اور تقریر شروع کرتے ہیں تو انداز سخن وہی، رنگ بیان وہی۔ تخاطب کی مقناطیسی کیفیت اور طبیعت کی نکتہ آفرینی وہی ہے۔

خوشی ہے کہ جناب مولانا الحاج سید اظہر حسن صاحب زیدی کی تقریریں ضبط تحریر میں آچکی ہیں۔ ان کی محبت کے اسیر اور ان کے فن کے

نمبر دار احباب ان کی مجلسوں کو بڑے اہتمام سے چھاپ رہے ہیں اور اس قابل صد تحسین منصوبے اور عمل پیرا ان دوستوں کو آفرین دی جا رہی ہے۔ اس مجموعۂ تقاریر سے اہل علم و ادب کو مولانا زیدی صاحب کے فن اور انکی شخصیت کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

مولانا زیدی صاحب زندگی کا مقصد اشاعت فضائل و مصائب اہلبیت بنا چکے ہیں۔ محمدؐ و آل محمدؐ کے پرستاروں نے ان مجلسوں کو فضا سے کتاب اور گوش سے ہوش تک منتقل کرنے کا عمل انجام دے کر بڑی خدمت دین کی ہے۔

اللہ۔ جناب زیدی صاحب کو صحت و قوت و توفیق مزید عطا فرمائے اور حضور محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام سے ان کی حمایت دین کی سعی کو سند قبول عطا ہو۔ اور ناشرین کو علم و عمل و تبلیغ دین کی توفیق ملے۔

کربلا کے شہیدا اور امام حسین علیہ السلام حضرت زینب سلام اللہ علیہا۔ اور حضرت عباس علیہ السلام کے خدمت گذار اپنی اس کوشش کو بطور شرف و انجام فرض مومنین کی خدمت میں پیش کرتے اور بہترین دعاؤں کے متمنی ہیں۔

نیاز کیش

(مولانا) سید مرتضیٰ حسین صدر الافاضل۔

۱۵۔ مغل پورہ۔ لاہور

آغا شورش کاشمیری
(مرحوم)

داستانِ کربلا کے مصوّر

مولانا سید اظہر حسن زیدی

سید اظہر حسن زیدی بفضلِ تعالیٰ بقید حیات ہیں۔ خدا انہیں تا دیر سلامت رکھے۔ شاید اب وہ ذاکری کے چمنستان کا آخری بلبل ہیں وہ الفاظ کی انگوٹھیوں میں مطالب کے نگینے جڑتے ہیں۔ اُن کا اسلوب ادیب کا ـــــ لہجہ ذاکر کا اور اُڑان شاعر کی ہے ـــــ شاعر ہوتے تو میر انیس ہوتے اور انیس خطیب ہوتا تو زیدی ہوتا۔ چھوٹے چھوٹے جملے گویا سبدِ گفتار میں کلیاں رکھی ہیں۔

انہیں پہلی دفعہ استقبالِ محرم کے جلسہ میں سُنا تو عجیب عالم تھا۔ شیعہ بھائی تو اشکبار تھے اور اُن کی آہیں عرش کے دل میں کھُب رہی تھیں لیکن حنفی العقیدہ بھی آنسوؤں کا جھالا بنے ہوئے تھے۔ معلوم ہوتا تھا اظہر حسن زیدی نے ہمیں تاریخ کی سڑک پر ڈال دیا ہے اور ہم یکا یک کربلا کے ریگزارے میں پہنچ گئے ہیں اور کربلا نے اپنے لیل و نہار کی نقاب اُلٹ کر شہادت کے لمحوں میں پہنچا دیا ہے۔

وہ سامنے حسینؑ اور اُن کے خیمے ہیں

اِدھر فرات کی نہر اور اس پر عمر بن سعد کی فوج کا پہرہ ہے اُدھر باطل کا ہاتھ حق کے گریبان کی طرف بڑھ رہا ہے۔ قاسمؑ وارسمہ رہا ہے ـــــ اصغرؑ کے ننھے گلے میں تیر پیوست ہیں ـــــ عباسؑ کا سینہ یزیدی قصابوں کا کندہ ہے۔

ایکا ایکی حسینؑ بڑھتے اور شقی القلب اُنہیں مجروح کر کے زمین پر گرا دیتے ہیں اُن کی گردن کاٹ کے نیزے کو سجاتے پھر جلوس بنا کر شام کی جانب روانہ ہوتے ہیں اور

وہ خاندانِ رسالتؐ کی کونپلیں قیدی ہوکر بے کجاوہ اونٹوں پر جارہی ہیں

اَظہر حسن زیدی اہل بیت کے خطیب ہی نہیں سانحۂ کربلا کے مصور بھی ہیں۔ غالب خلد آشیانی نے انہیں سے متعلق کہا تھا ؎

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا
میں نے یہ سمجھا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

۲۷ رجب کو امام حسینؑ کے پاس مسجد میں یہ اطلاع آئی ہے کہ ولید نے آپ کو دربار میں بلایا ہے۔ نماز سے فراغت پاکر آپ گھر میں تشریف لاتے ہیں۔

یہاں سے چند جملے اطہر حسن صاحب کے آپ ملاحظہ فرمائیں ــــــــ

" حسینؑ گھر میں آئے، زینبؑ نے دسترخوان چناگھر کے تمام افراد جمع ہوئے، کھانا شروع ہوا کھانے کے بعد سب اپنے اپنے حجروں میں چلے گئے لیکن زینبؑ نے محسوس کیا کہ بھائی آج بہت خاموش ہے، کچھ دیر نہ گذری تھی کہ بھائی نے صحن خانہ سے بہن کو آواز دی کہ زینبؑ ذرا میرا لباس لاؤ میں باہر جانا چاہتا ہوں، زینبؑ لباس لے کر آئیں، لیکن حیران تھیں کہ " کیا بھیا اکیلے کہیں جائیں گے "

یکبارگی آواز دی ــــ عونؑ و محمدؑ اپنے حجروں سے باہر آؤ ــــ ماں کی پہلی آواز پر بیٹے باہر آئے ــــ دیکھو! ماموں جان کہیں جا رہے ہیں، با ادب پیچھے پیچھے غلاموں کی طرح جاؤ لیکن یاد رکھنا ــــ میرا بھائی جہاں بھی جا رہا ہے اگر وہاں کوئی شخص میرے بھائی کی جانب نگاہ اُٹھا کر بھی دیکھے تو اس کے چہرے پر آنکھیں نہ رہیں اور اگر کسی کا ہاتھ میرے بھائی کی طرف بڑھے تو اس کے جسم پر ہاتھ نہ رہیں۔ زینبؑ کی آواز اُم فروہ کے کان میں پہونچی، بیٹے کو آواز دی، قاسمؑ ــــ! دیکھو ــــ چچا کہیں جا رہے ہیں، شہزادی اپنے بیٹوں کو بھی ساتھ بھیج رہی ہیں تم بھی تیغ کے قبضے پہ ہاتھ رکھو اور چچا کے ساتھ جاؤ ــــ یہ آوازیں ام لیلٰی نے بھی سنیں، بیٹے کے پاس آئیں کہا میرے لال علی اکبرؑ ــــ اُٹھو بیٹا کمر کسو ــــ باپ کہیں جا رہا ہے، بابا کے ساتھ جاؤ۔ زوجہ عباسؑ نے یہ سارا منظر دیکھا بے اختیار اپنے حجرے کی طرف بڑھیں جہاں عباسؑ آرام کر رہے تھے ــــ چھوٹا بیٹا عباسؑ کے سینے پر کھیل رہا تھا (عباسؑ کا حجرہ دروازے سے قریب تھا جہاں تک صحن خانہ کی آوازیں نہیں پہنچ رہی تھیں) زوجہ عباسؑ نے دوڑ کر اپنے چھوٹے بیٹے کو عباسؑ کے سینے سے کھینچ لیا اور کہا ــــ تم یہاں آرام

ملت جعفریہ کے افراد کا ذہن خالص ناقدانہ ہو جاتا ہے اور باطل کی تحریر و تقریر کے فریب میں کسی صورت نہیں آتے۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ عقائد اس قدر مستحکم ہو جاتے ہیں۔ کہ ملت جعفریہ کے افراد سے عقائد پر گفتگو کرنا دوسری قوم کے افراد کے لئے بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ چوتھا فائدہ یہ ہے کہ اُردو بولنے والے ہر قوم کے افراد کے مقابلے میں ملت جعفریہ کے افراد زبان و بیان کے اصولوں سے زیادہ واقف ہوتے ہیں۔ پانچواں فائدہ یہ ہے کہ ادب اور شاعری کا ذوق بھی انہیں ہمیں سے حاصل ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ہر دور میں نئے نئے خطیب اپنی خطابت کی تعمیر بھی اپنے بزرگ خطیبوں کی خطابت سے متاثر ہو کر کرتے ہیں۔

میں نے لکھنؤ سے کراچی تک بلا مبالغہ ہزاروں مجلسوں میں شرکت کی اور ہندوستان و پاکستان کے مشہور ذاکروں کی سینکڑوں تقاریر سنی ہیں ان کے شگفتہ طرز بیان کی یادوں پر نقش ہو گئی ہے۔ اب میں اپنے پسندیدہ خطیب کا ذکر کرنا چاہتا ہوں اور وہ ہیں:-

مولانا سید اظہر حسن زیدی

مولانا اظہر حسن صاحب زیدی کے چار پانچ عشرے سننے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس کے علاوہ چند متفرق مجلسیں بھی سنی ہیں۔ مجھے ان کا بیان پسند ہے، اُن کا بیان نہایت سادہ اور پُر اثر ہوتا ہے۔ اظہر حسن صاحب نے خطابت میں چونکہ ادبیت کو شامل کر دیا ہے اس لئے ہر چھوٹے بڑے کے دل پر یکساں اثر ہوتا ہے۔ تقریر میں اس قدر ٹھہراؤ ہے کہ پوری تقریر ذہن کے کسی نہ کسی گوشے میں محفوظ ہو جاتی ہے انہوں نے مرثیوں کے مطالعے سے بہت فائدہ اٹھایا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے مصائب کے طرز ادا میں ایک ادبی وقار قائم ہے، وہی روایات وہی واقعات لیکن طرز ادا میں شعریت کی چاشنی سے نکھار پیدا کرتے ہیں مصائب کا ایک نمونہ دیکھئے۔

خطابت کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔ مجھے حیرت ہے کہ فن خطابت پر آج تک کسی ادیب یا خطیب نے قلم کیوں نہیں اٹھایا جب کہ خطابت کے اثرات اور افادیت سے کسی کو انکار نہیں، فن خطابت نے برصغیر ہندو پاک میں ہماری ثقافت اور ہمارے ادب کو بہت کچھ دیا ہے۔ اُردو زبان کی ترویج اور تہذیبی تطہیر میں نمایاں حصہ لیا ہے اس کے باوجود ہمارے خطیبوں کا نام گوشۂ گمنامی میں چلا گیا اور آج دُنیا انہیں بھول گئی اس کی واحد وجہ صرف یہ ہے کہ خطیبوں کی زندگی ہی تک ان کی تقریروں کی زندگی رہی، اگر ان کی تقریروں کو محفوظ کر لیا جاتا اور ان پر تحقیقی مقالے لکھے جاتے تو شاید دنیائے ادب و مذہب میں مرثیہ نگاری کی طرح یہ بھی ادب کی ایک اہم صنف ہوتی۔ چند خطیبوں کے مسودے اکثر و بیشتر چھپے لیکن انہیں نقد و تبصرہ کی میزان میں کبھی نہ تولا جا سکا کیونکہ عقیدے کا مسئلہ ہمیشہ سامنے آگیا جس طرح مرثیہ پر تنقید و تبصرے کی عام اجازت ہے اسی طرح اگر "فن خطابت" کو بھی اسی معیار پر پرکھا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ادب نثر کی ایک بہترین صنف گوشۂ گمنامی میں پڑی رہے۔

تنلو سال کے عرصے میں "فن خطابت" کا جو ڈھانچہ تیار ہوا ہے اسے چند لفظوں میں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ فن خطابت کے ماہرین اپنی تقریر کا آغاز خطبے سے کرتے ہیں اور خطبے کے خاتمے پر قرآن کی کسی آیت یا ختمی مرتبت کی کسی حدیث کو سرنامۂ کلام بناتے ہیں اور اسی کی روشنی میں مضامین بیان کرتے ہیں۔ ابتداء میں ذکر فضائل اہلبیتؑ اور آخر میں مصائب اہلِ بیتؑ کا بیان ہوتا ہے۔ ذکر حسینؑ کے فیض سے فن خطابت نے اپنی ارتقائی منزلیں بتدریج خوبصورتی کے ساتھ طے کی ہیں خطابت کا سب سے بڑا فائدہ ملت جعفریہ کو یہ پہنچا کہ اس ملت کے افراد بچپن ہی سے دوسری اقوام کے مقابلے میں بہت زیادہ معلومات کا ذخیرہ اپنے ذہن میں محفوظ کر لیتے ہیں اور اس طرح اپنے دین کے ماضی سے ان کا رشتہ مسلسل ہوتا ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ

اور فنِ خطابت

سید ضمیر اختر نقوی کراچی

ملت جعفریہ کے سینکڑوں افراد نے اپنی حیات فنِ خطابت پہ صرف کی اور نہ معلوم کتنی زحمتوں کے بعد خطیب اور ذاکر کے لقب سے مشہور ہوئے لیکن آج دنیا ان کے نام تک نہیں جانتی۔ شعرائے مرثیہ گو پر ہزاروں مضامین اور کتابیں لکھی گئی ہیں مگر مقررین و ذاکرین ہمیشہ گوشۂ گمنامی میں رہے ان پر کوئی تحقیقی کتاب تو مشکل امر تھا آج تک کوئی معلوماتی مضمون بھی کسی نے نہیں لکھا۔ مرثیہ نگاروں کے ہزاروں اشعار لوگوں کو یاد ہیں لیکن مشہور مقررین کے پُر اثر اور شگفتہ جملوں سے علم و ادب کے شائقین بھی اب تک بے خبر ہیں۔ خاص طور سے نئی نسل تو قدیم ذاکرین کے نام تک سے واقف نہیں ہے۔ مقررین پر تحقیقی کتاب لکھنا کسی قدر آسان ہے اس لئے کہ اب تک ہر دَور میں مقررین کی تعداد شعراء کے مقابلے میں ہمیشہ کم رہی ہے۔ فنِ خطابت فنِ شعر سے زیادہ مشکل فن ہے۔ فن خطابت ایک ایسا ملکۂ فطری ہے جو اپنی تمام تر شان و شوکت کے ساتھ ہر شخص کو قدرت کی طرف سے عطا نہیں ہوا کرتا۔ ایک عالم اور قابل شخص ایک اچھی تقریر کر سکتا ہے لیکن جاذبیت پیدا نہیں کر سکتا۔

پاکستان میں فن خطابت سیکھنے کے لئے کوئی کالج یا اسکول یا مدرسہ اب تک نہیں بن سکتا اس لئے نئے مقررین کے لئے ضروری ہے کہ وہ قدیم ذاکروں کے اصول

کر رہے ہو اور آقا کہیں جا رہے ہیں، ساتھ میں عونؑ و محمدؑ، قاسمؑ و علی اکبرؑ بھی جانے کو تیار ہیں۔

عباسؑ نے تلوار اٹھائی اور یہ کہتے ہوئے حجرے سے باہر آئے کہ ابھی چند لمحوں پہلے کھانے کے وقت میرے آقا نے اپنے ارادے کا اظہار نہیں کیا تھا ورنہ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ میں اپنی کمر سے تلوار کھول دیتا ــــ محلہ بنی ہاشم کی گلی میں یہ جوانانِ بنی ہاشم حسینؑ کو تلواروں کے سائے میں لئے ہوئے باہر آئے۔ مدینے والوں نے بنی ہاشم کے اس جلوس کو حیرت سے دیکھا ــــ مدینے والو ــــ دل بھر کر دیکھ لو ــــ یہ مدینے میں بنی ہاشم کا آخری جلوس ہے" ــــ

افسر عباس زیدی

پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ نے پوری نوع انسانی کو راہ ہدایت دکھائی اور انسانیت کو اس کے شرف سے بہرہ ور کیا۔ ہادی اسلام حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل انسان کی گردن میں کئی جھوٹے خداؤں کی غلامی کا طوق ہوتا تھا۔ اور چار سُو ظلم و ناانصافی اور عصیاں کے اندھیرے پھیلے ہوئے تھے یہ ہے وہ حالات کہ یکایک غیرتِ حق کو حرکت ہوئی اور ہادی اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانیت اور تمام عالمین کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے وَمَا ارسلناک الا رحمۃ اللعالمین حضورؐ نے اپنی پاکیزہ اور ارفع تعلیمات کے ذریعے زندگی کا نیا تصور پیش کیا اللہ کی واحدانیت اور انسان کی برابری کی تعلیم دی قبائلی نسبی اور خاندانی بڑائی کے انسانیت کش نظریے بیخ و بن سے اکھاڑ کر عظمت اور بڑائی کی بنیاد اچھے اعمال اور اچھے اخلاق پر رکھی اور ظلم و ناانصافی کی ہر شکل کو ممنوع قرار دیا ــــ آپؐ کے اثر انگیز ارشادات اور حیات افروز واعظ کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ صدیوں کے دشمن بھائی بھائی بن گئے اور غریبوں کمزوروں اور زیردستوں کے سر پر لٹکتی ہوئی تلوار ٹوٹ گئی ــــ زخمی اور غلام روحوں کو عظمت اور مسرت کے نئے افق نظر آئے

ظالم و جابر حکمرانوں کا تسلط ختم ہوئے پر انسانی ذات اور شخصیت کو نشو و نما کے نئے مواقع اور اسباب میسر آئے ــــ جہالت کی جگہ علم و عرفان نے لی اور افلاس و محکومی کے بدلے غنا اور آزادی کی روشنی پھیلنے لگی۔

ہادیٔ اعظم کی تعلیم نے پوری انسانیت کا رخ بدل دیا اور کرۂ ارضی پر حریت و مساوات کا نیا سورج طلوع ہوا۔ کالے گورے اور عربی و عجمی کی تفریق ختم ہو کر اقوام و ملل اخوت اور وحدت کے روح پرور رشتے میں منسلک ہو گئیں ــــ سرورِ کونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حسنِ اخلاق کے وہ جوہر دکھائے کہ تمام اہلِ عرب عش عش کر اٹھے اور آپ کو صادق اور امین کہنے پر مجبور ہو گئے جن میں اپنے پرائے اور دوست دشمن سب ہی شامل تھے ــــ اس ضمن میں ایک مشہور واقعہ پیش کرتا چلوں ــــ

جب نبی اکرم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی تبلیغ شروع کی تو مکے کے لوگ آپ کے خلاف ہو گئے ــــ آپ جب بازاروں اور گلیوں سے گزرتے تو آپؐ پر پتھر مارتے اور کوڑا کرکٹ پھینک دیتے۔ ایک بوڑھی عورت کا یہ معمول تھا کہ جب حضورؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے گھر کے نیچے سے گزرتے تو وہ آپ پر کوڑا کرکٹ پھینک دیتی۔ آپ نگاہ اٹھا کر دیکھتے اور مسکراتے ہوئے سر اور کپڑے جھاڑ لیتے ــــ ایک دفعہ آپ اس بوڑھی عورت کے گھر کے نیچے سے گزر رہے تھے کہ اس دن کوڑا کرکٹ آپ پر نہ پھینکا گیا۔ آپؐ حیران رہ گئے اور سوچنے لگے کہ ضرور کوئی وجہ ہے کہ آج اس بوڑھی عورت نے کوڑا نہیں پھینکا۔ آپؐ نے اس کے گھر کا رخ کیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے آواز آئی کون ہے؟ آپؐ نے جواب دیا میں ہوں محمدؐ ــــ اس نے اندر آنے کی اجازت دے دی۔ بڑھیا کئی روز سے بیمار پڑی تھی ــــ آپؐ نے پوچھا اے عورت کیا بات ہے۔ اس نے ڈرتے ہوئے کہا کہ میں کئی روز سے بیمار ہوں۔ میرا کوئی سہارا نہیں۔ میں نے کئی روز سے کچھ نہیں کھایا پیا ــــ آپؐ نے

اس عورت کو تسلی دی اور کہا کہ تو فکر نہ کر میں تیری خدمت کروں گا ــــ آپؐ نے اُسے دوا لا کر دی ــــ کھانا کھلایا ــ پانی پلایا اور اجازت لے کر چلے گئے ــ اس طرح کئی روز اس کی تیمارداری کرتے رہے ــ یہاں تک کہ وہ عورت بالکل تندرست ہوگئی اور معافی مانگنے لگی کہ وہ مجھے معاف کر دیں ــ حضورؐ نے اُسے معاف کر دیا اور وہ عورت آپؐ کا حُسنِ اخلاق دیکھ کر مسلمان ہوگئی ــ

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ اقدس کا یہ وہ حصہ ہے جہاں آپؐ کی زندگی تمام انبیائے کرام اور مصلحین عالم سے ممتاز نظر آتی ہے ــــ مکے کا معلم الاخلاق پکار کر کہتا تھا ــــ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (بقرہ) ــــ جو نہیں کرتے وہ کہتے کیوں ہو، حضورؐ خود اپنی تعلیم کا آپ نمونہ تھے ــــ اخلاق و عمل کا جو نکتہ آپ دوسروں کو سکھاتے تھے خود اس کا عملی پیکر بن جاتے تھے ــــ

انہوں نے پوچھا ــــ تم قرآن نہیں پڑھتے؟ ــــ آن خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان القرآن ــــ آپ کا اخلاق ہمہ تن قرآن تھا" ــــ موجودہ صحائف آسمانی اپنے داعیوں کے بہترین اقوال کا مجموعہ ہیں لیکن کیا ان کا ایک حرف بھی اپنے مبلغین کے عمل کا مدعی ہے؟ ــــ قرآن مجید لاکھوں مخالفین اور اہل عناد کی بھیڑ میں اپنے داعی کی نسبت گویا ہے ــــ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ط (اے محمدؐ! تم اخلاق کے بڑے درجے پر ہو"۔ تاریخ کہتی ہے کہ اُمّ المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ جو نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد پچیس برس تک آپؐ کے حرم پاک میں زوجیت سے مشرف ہو کر ہمدم و دمساز رہیں ــ آغاز نبوت میں آپؐ کو ان الفاظ سے تسلی دیتی ہیں ــــ "ہرگز نہیں خدا کی قسم ــ خدا آپؐ کو غمگین نہ کرے گا ــ آپؐ رحم کرتے ہیں ــ مقروض کا بار اُٹھاتے ہیں ــ غریبوں کی اعانت کرتے ہیں ــ مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں ــــ حق کی حمایت کرتے ہیں ــ مصیبتوں میں لوگوں کے کام آتے ہیں ــ

اُمّ المومنین حضرت عائشہ حضور اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق عالیہ کے متعلق فرماتی ہیں کہ سرورِ کونین کی عادت کسی کو بُرا بھلا کہنے کی نہ تھی۔ بُرائی کے بدلے بُرائی نہ کرتے بلکہ درگزر فرماتے تھے۔ آپؐ نے کسی سے ذاتی معاملے میں کبھی انتقام نہیں لیا۔ آپؐ نے نام لے کر کبھی کسی مسلمان پر لعنت نہیں کی۔ آپؐ نے کبھی کسی غلام لونڈی کو۔ کسی عورت کو۔ کسی خادم کو۔ کسی جاندار کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔ آپؐ نے کبھی کسی کی درخواست رد نہیں فرمائی۔ چہ جائیکہ وہ ناجائز نہ ہو۔ آپؐ جب گھر تشریف لاتے تو نہایت خنداں ہنستے مسکراتے ہوئے۔ دوستوں میں پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے۔ باتیں ٹھہر ٹھہر کر اس طرح فرماتے کہ کوئی یاد رکھنا چاہے تو رکھ لے۔ رات کی تنہایوں اور خصوصی اوقات میں اپنے دشمنوں کی اصلاح کے لئے دعائیں فرماتے۔ آپؐ نے کبھی کسی کے لئے بدعا نہ کی۔ آپؐ حُسنِ اخلاق کے مجسم پیکر تھے۔ آپؐ نے زندگی کے ہر شعبہ میں اخلاق کے وہ مایۂ ناز نمونہ چھوڑے ہیں جو رہتی دنیا تک مشعلِ راہ رہیں گے۔ آپؐ نے ہمساؤں سے ہمیشہ محبت اور شفقت سے پیش آنے کی تلقین فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہمسائے کے بہت حقوق ہوتے ہیں یہاں تک کہ ہمسایہ رشتے دار سے بھی زیادہ عزیز ہے۔

ہمارے سرکار اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجسم عمل تھے۔ اپنا کام خود اپنے دست مبارک سے کیا کرتے تھے۔ سرکارِ دوعالمؐ اپنے پھٹے پرانے کپڑے خود سی لیتے۔ بکریوں کا دودھ خود دوھ لیتے۔ اپنے جوتے خود گانٹھ لیتے۔ جھاڑو خود دے لیتے۔ غرض گھر کا ہر کام خود کر لیتے تھے۔ حضور اکرمؐ نے ہمیشہ مساوات، بھائی چارے اور سادگی کا درس دیا۔ آپؐ نے بے جا صرف اور فضول خرچی سے منع کیا اور فرمایا میانہ روی اختیار کرو۔ حضور اکرم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ عفو و درگزر کی تلقین فرماتے اور کہا کرتے کہ مسلمانوں کے لئے بہتر ہے کہ دشمن کو معاف کر دے اگر کسی سے

غلطی سرزد ہو گئی ہو تو اُسے درگزر کر دے ــــ غصّے کی حالت میں اپنے نفس پر قابو رکھے ـ جس نے اپنے غصّے پر قابو رکھا اس نے اپنے آپ کو ہلاکت سے بچا لیا ـ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فتح مکّہ کے موقع پر تمام دشمنوں کو معاف کر دیا تھا اور یہاں تک کہ اپنے چچا حضرت حمزہؓ کو قتل کروانے والی عورت ہندہ کو بھی معاف کر دیا ــ

تجارت میں آپؐ نے عملی طور پر حصّہ لیا اور اس کے ساتھ ساتھ آپؐ نے تجارت کے فضائل اور اصول بیان فرمائے ـ مسلمانوں کو تجارت کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا کہ سچّا امانتدار تاجر قیامت میں انبیاء اور سچے لوگوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا ـ آپ نے تجارت کے غلط طریقوں سے منع فرمایا ـ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے کہ ذخیرہ اندوزی کرنے والا ــ لعنتی ہے ــــ دوسرے مقام پر فرمایا جس نے ذخیرہ اندوزی کی وہ گناہ گار ہے ــــ ملاوٹ کی مذمّت کرتے ہوئے کہا جس نے دھوکا دیا وہ میری اُمّت میں سے نہیں ـ

قربان جائیے اس محسنِ انسانیت اور رحمت اللعالمین کے جنہوں نے عملی طور پر مزدوری فرما کر مزدوروں کے حوصلے بلند کر دیئے اور معاشرے میں ان کو باعزّت مقام دلوایا ــــ مسجد نبوی کی تعمیر میں حصّہ لے کر آپؐ نے پتھر ـ مٹی اور گارا اٹھانے والوں کی رہنمائی کی صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم سے زیادہ پتھر حضور اکرمؐ نے اٹھائے تاکہ آنے والا مزدور آپؐ کا اُسوۂ حسنہ دیکھ کر احساس فرض کا حامل بنے ــــ آپؐ نے فرمایا کہ مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دو ــــ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا علم کو طلب کرو خواہ تمہیں اس کے لئے چین ہی کیوں نہ جانا پڑے ـ ایک دوسرے مقام پر فرمایا ــ گہوارے سے لے کر قبر تک علم حاصل کرو ــــ ایک اور مقام پر تمام مسلمانوں پر علمِ دین کا طلب کرنا فرض قرار دیا ــ آپؐ نے فرمایا میں معلّم بنا کر بھیجا گیا ہوں ــ تاکہ تمہارے اخلاق کو مکمل کر دوں ــــ

آنحضرت محمد صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ہمیشہ بچّوں سے پیار تھا وہ بچّوں سے محبت

اور شفقت سے پیش آنے کی تلقین فرماتے ۔ آپ کو بچوں سے اتنا پیار تھا کہ آپ جب کبھی بچوں کے قریب سے گزرتے تو کمال شفقت سے ان کو سلام کرنے میں پہل کرتے ۔ آپ کا ارشاد ہے کہ والدین اپنے بچوں کو جو سب سے قیمتی اور اعلیٰ تحفہ دے سکتے ہیں وہ بچوں کی اچھی تربیت اور اچھی عادتیں پیدا کرنے کا تحفہ ہے ۔ آپؐ نے فرمایا وہ ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کا ادب نہیں کرتا ۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ لوگوں کو خدا کی راہ میں خیرات کرنے کی تلقین کرتے تھے ۔ حضرت اُمّ سلمیٰؓ فرماتی ہیں ۔ کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں رنجیدہ تشریف لائے میں نے رنجیدگی کا سبب پوچھا ۔ آپؐ نے فرمایا اُمّ سلمیٰ ! کل جو سات دینار آئے تھے ، شام ہو گئی تھی وہ میرے بستر پر پڑے رہ گئے تھے ۔ خیرات کرنے میں دیر ہو گئی ۔

دُنیا سے رحلت کے وقت جب آپ بیمار تھے تو آپ کو خیال آیا کہ چند اشرفیاں گھر میں موجود ہیں ۔ آپؐ نے انہیں خیرات کا حکم دیا ۔ فرمایا جلدی کرو ۔ ایسا نہ ہو کہ میں اس سے رخصت ہو کر جب اپنے رب سے ملوں تو اس وقت میرے گھر میں اشرفیاں موجود ہوں ۔
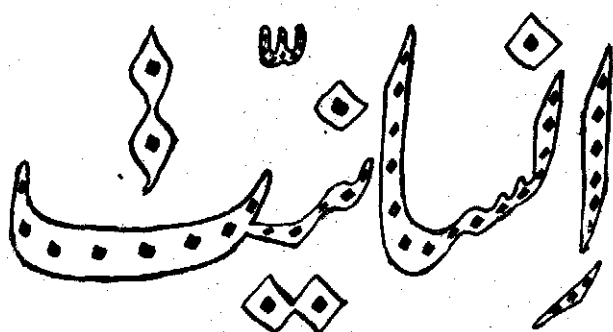
یہ شہادت ہے اُس اِنساں کی کہ اَب حشر تلک
آسمانوں سے صدا آئے گی اِنسان اِنسان

یہ میری خوش قسمتی سمجھیں یا یہ کہ میری زندگی کا رُخ اس طرف مُڑ گیا ــــ خدا جانے کیا قصہ ہوا کہ تقریباً ساری ہی زندگی اس طرح سٹیج پہ کچھ نہ کچھ بولتے گذر گئی اور چھوٹے بڑے ہر قسم کے مجمعوں میں کچھ نہ کچھ بات ضرور کی ــــ زیادہ تر میری گفتگو کا موضوع یہی تذکرۂ محمدؐ و آلِ محمدؐ رہا ــــ اور اسی مناسبت سے شاید ان طلبا نے بھی مجھے حکم دیا کہ یہاں آکر کچھ عرض کروں ــــ بہت ہی ڈرا ــــ یہاں میں اتنا ڈر رہا تھا اتنا ہوا کہ مجھے دو تین طالب علم پکڑ کے لائے ہیں ــــ ایک بے پڑھا لکھا آدمی مدرسے میں آتے ہوئے ڈرتا ہے ــــ مجھے بڑا ڈر لگا کہ یہاں آکے میں کیا کہوں ــــ طلبہ کا مجمع ہے ــــ اہل علم کا جھرمٹ ہے ــــ بال کی کھال نکالنے والوں کا مجمع ہے۔ ہر بات کو سوچنے سمجھنے والوں کا اجتماع ہے ــــ ستاروں کو قید کرنے والوں کا مجمع ہے حکمت کی نہریں جاری کرنے والوں کا مجمع ہے ــــ سائنس کے دریا بہانے والوں کا مجمع ہے ــــ چاند پہ کمندیں پھینکنے والوں کا اجتماع ہے ــــ ذروں کا جگر پھاڑ کے قیامت ڈھانے والوں کا مجمع ہے ــــ دنیا بھر کے سائنس اور عقل و فلسفے اور منطق کو دل میں سمونے والوں کا مجمع ہے ــــ ، جوان دل ، جوان سماعت

ــــ اور کہنے والا از کار رفتہ بوڑھا آدمی ــــ بھلا میرا آپ کا کیا ربط ؟ کیا جوڑ ؟ میں جس زمانے کی آپ سے بات کرونگا وہ زمانہ آپ سے کبھی کا پرانا ہو گیا ــــ نئی بات مجھے آتی نہیں ــــ اگر پرانے یونیورسٹی کیمپس میں کوئی بلاتا تو چلا جاتا ــــ نیو کیمپس میں پرانا آدمی ــــ تو بھائی میرے ذہن میں تو کوئی بات تم سے کہنے کے لئے ہے نہیں ــــ نہ کوئی موضوع ہے ایسا جو تمہارے سامنے بیان کیا جائے نہ کوئی گفتگو ــــ بڑے ہی شوق سے بے خودی کے عالم میں وہ سن رہا تھا جو باتیں یہاں ہو رہی تھیں ــــ بڑی اچھی

شاعری، بہترین نثر کی گفتگو ـــــ میرا دل لگا ہوا تھا کہ سنتا رہا ہوں ـــــ اچانک حکم ہوا کہ تو بھی کھڑا ہو کے کچھ بول ـــــ اب یہ طلبہ خود بہتر جانتے ہیں کہ اپنی محفل میں کتنا ہی چہکنے والا ہو طالب علم، جب سبق سنانے کا موقع آتا ہے تو بات اور ہو جاتی ہے ـــــ اب میں اتنے استادوں کے سامنے سبق سنانے کھڑا ہوا ہوں ـــــ کہیں بھول جاؤں، کہیں غلطی ہو جائے ـــــ کہیں اور کوئی بات ہو جائے تو میں کیا کہوں ؟ کیا بات کروں ؟ بہر کیف ایک مذہبی ماحول میں گفتگو کرنے والا آدمی اپنی بات مذہبی طور سے ہی شروع کرتا ہے ـــــ پتہ نہیں آپ کو میرا مذہبی طرز پسند بھی آئے گا یا نہیں؟ ـــــ ہیں وہی مذہبی باتیں جو میں کیا کرتا ہوں ۔

مسلمان بچو ! ـــــ مسلمان بچو میں نے اس لئے کہا ہے کہ اس مجمع کے سامنے مجھے یہ ثابت کرنے کی تو ضرورت ہی نہیں کہ اسلام کوئی بڑا اچھا مذہب ہے ـــــ اس لئے کہ یہاں سبھی مسلمان ہیں ـــــ تمہیں اسلام کی خوبی بتانے کی کیا ضرورت ہے ـــــ ہو نا ! مسلمان؟ آپ تو سب ہیں ہی مسلمان، خدا کے فضل سے ـــــ اور یہ اللہ کا احسان ہے کہ اللہ نے آپ کو پیدا ہی مسلمان کیا ـــــ یہ اللہ کا فضل ہے نا ـــــ اگر اللہ کسی مسلمان کی بجائے کسی عیسائی یا یہودی کے گھر میں پیدا کر دیتا ـــــ ہو سکتا ہے ہم وہی ہوتے ـــــ اس لئے مسلمان ہیں کہ مسلمان کے گھر میں پیدا ہوئے ـ کیوں بھئی یہی ہے نا؟ ایسا تو ایک آدھ آدمی کہیں کوئی ہوتا ہے ـــــ جو پیدا کہیں ہو ـــــ عیسائی وغیرہ کے گھر اور اپنی تحقیق سے مسلمان ہو ـــــ یہ بہت کم مثالیں ہوتی ہیں ـــــ عام طور پر مسلمان کے گھر میں پیدا ہو گئے لہٰذا مسلمان ہیں ـــــ اور ایک اور مشکل بنتی ہے ـ ـــــ تمہیں تو اندازہ نہیں اس بات کا کہ میں پیدا ہوا مسلمان کے گھر میں ـــــ لہٰذا ہوں میں مسلمان ـــــ اگر خدا نخواستہ خدا نخواستہ، توبہ، توبہ ـــــ ایسا ہو نہ کبھی ـــــ اگر میں ہو جاؤں عیسائی ـــــ اور پکا کٹر عیسائی بنوں ـــــ بڑا ہی

مرتد عیسائی ہوں ـــــ مگر ساری زندگی عیسائیوں کو مجھ پہ شبہ رہے گا کہ ممکن ہے جاسوس ہو ـــــ ہوسکتا ہے مسلمانوں کا جاسوس ہو ـــــ ہوسکتا ہے مسلمانوں نے جاسوس کر کے بھیجا ہو ـــــ انہیں مجھ پہ یقین ہی نہیں آئے گا ـــــ جب بیٹھا کریں گے، آپس میں چار عیسائی کہیں گے ـــــ ہو نہ ہو، "وہیوں، وہی ہے" ـــــ یہی کہا کریں گے ـــــ قسمیں کھاؤں ـــــ لاکھ اقرار کروں ـــــ کچھ بھی کہوں ـــــ مگر وہ کہیں گے۔ "اُونہوں ہے وہی" ـــــ تو کیوں شبہ رہے گا مجھ پر مسلمان ہونے کا ساری زندگی، باوجود میرے تردید کرنے کے ـــــ چونکہ میں پیدا ہو گیا ہوں مسلمان کے گھر میں ـــــ سمجھے ـــــ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جو شخص جس کے گھر میں پیدا ہوا یہ کچھ قدرتی سی بات ہے ـــــ وہ لاکھ کہے کہ میں وہ نہیں ہوں مگر جس گھر میں پیدا ہو جائے، اس پر شبہ رہتا ہے ساری زندگی ـ ہو نہ ہو وہی ہے ـــــ جس گھر میں جو پیدا ہو گیا ـــــ تو یہ بات ہے بھائی ـــــ ہمیں خدا نے مسلمان گھر میں پیدا کر دیا ـــــ ہم اللہ کے فضل سے مسلمان ہیں اور ہم مسلمانوں کا ایمان ہے کہ اللہ نے جب اس کائنات کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا اور یہ میں پڑھے لکھے حضرات کے سامنے پھر کہہ دوں کہ یہ جو الفاظ ہم استعمال کریں گے گفتگو میں ـــــ خدا سے متعلق، رسولؐ سے متعلق تو یہ الفاظ ہیں جو ہماری عقل کی رسائی میں بڑے اچھے الفاظ ہیں ـــــ اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ صحیح معنوں میں ان کی شان کے مطابق بھی ہیں جن کا ہم ذکر کر رہے ہیں ـــــ اللہ کے لئے الفاظ ہمارے پاس نہیں ـــــ جن سے ہم اللہ کا ذکر کر سکیں ـــــ بس اللہ کے لئے ایک ہی لفظ ہمارے پاس ہے ـــــ کیا؟ کہ بس اللہ ـــــ اللہ کیا ہے؟ اللہ۔ ۔ ۔ بھئی اللہ کیا ہے ـــــ ؟ ؟ اللہ ـــــ آگے؟ کہ اللہ ہی اللہ خیر صلا ـــــ بس اللہ ـــــ اللہ کیا ہے؟ اللہ ـــــ اور کوئی لفظ ابھی تک ہے ہی نہیں ہمارے پاس اللہ کے لئے سوائے اللہ کے ـــــ

ہے ؟ ہمیں نقصان پہنچاتا [illegible] ہم پہ ظلم کرتا ہے ؟ ہمیں اذیت دیتا ہے ؟ ؟ ؟
پھر ڈرو کیوں اللہ سے ــــ بولو بھئی ــــ کہتے ہیں ڈرو ــــ کیوں ڈرو ــــ
کیا وجہ ہے ڈرنے کی ؟ کیا اللہ ہم پہ مہربان نہیں ــــ اللہ ہمیں پیار نہیں کرتا ــــ
اللہ ہم سے محبت نہیں کرتا ــــ اللہ کو ہم سے پیار نہیں ــــ ہم سے زیادہ ہم سے
پیار نہیں ہے اللہ کو ــــ اللہ جیسا پیارا، اللہ جیسا محبوب، اللہ جیسا اچھا ــــ
اللہ جیسا حسین ــــ اللہ جیسا معشوق ــــ اس سے ڈرا ڈرا کے مار دیا لوگوں کو
ــــ کہ اس سے ڈرو ــــ اللہ سے ــــ یاد رکھو میرے محترم بھائیو، بچو، عزیزو
ــــ اگر کوئی مولوی صاحب کہیں تو بے شک میرا نام لے دینا ــــ گناہ میرے ذمے
ــــ اللہ سے مت ڈرو ــــ سمجھے ــــ اللہ ڈرنے کی چیز نہیں ہے ــــ اللہ ڈراؤنی
شے نہیں ہے ــــ اللہ ظالم نہیں ہے ــــ اللہ ستاتا نہیں ہے ــــ دیکھو
بچو، اللہ محبوب ہے، اللہ معشوق ہے، اللہ پیارا ہے ــــ اللہ حسین ہے۔
سمجھے جب وہ حسین ہے، وہ محبوب ہے ــــ وہ پیارا ہے ــــ اس لئے اس میں
ادائیں بھی بڑی ہیں۔ اور اس کی اداؤں میں ایک بڑی ادا یہ بھی ہے کہ وہ ذرا روٹھ جاتا
ہے ــــ تو ڈرو اس بات سے کہ اللہ کہیں تم سے روٹھ نہ جائے ــــ کہیں ناراض
نہ ہو جائے ــــ یہ تو مسلمہ بات ہے کہ جتنا بڑا حسین ہوگا، اتنا ہی بڑا نازک
مزاج ہوگا ــــ جتنا بڑا حسین ہے اللہ، اتنا ہی بڑا نازک مزاج ہے ــــ ذرا
سی بات پہ روٹھ جاتا ہے ــــ ہر وقت ڈرتے رہو کہ کہیں روٹھ نہ جائے ــــ
اگر روٹھ گیا تو پھر " یار مناون اوکھا " ــــ پھر اُسے منانا بڑا مشکل ہوگا ــــ
تو اللہ سے اس بات سے ڈرو کہ کہیں وہ تم سے روٹھ نہ جائے اور دیکھو میری بات
سنو عزیزو! ــــ اللہ کو یاد رکھو ــــ سمجھے ــــ اللہ کو یاد رکھو ــــ
مولوی صاحبان ہمارے سامنے ترجمہ کرتے ہیں۔ اذکر اللہ ○ ــــ اللہ کو یاد کرو ــــ

اور بڑے سے بڑے علمائے اعلام ـــــ بڑے بڑے علمائے کرام بھی جب اللہ کی
بات کرتے ہیں نا کھڑے ہو کے ـــــ تو وہ یہی کہتے ہیں کہ مسلمانوں اللہ ـــــ ارے
بھئی اللہ تو ہے، کیا کریں اللہ کو ـــــ تو کہتے ہیں ـــــ مسلمانو! اللہ سے ڈرو ـــــ
سنا ہے یا نہیں تم نے؟ اللہ سے ڈرو ـــــ سنا ہے نا؟ مسلمانو! ڈرو اللہ سے ـــــ
عالم کا وعظ، قبلہ و کعبہ کا فرمان، مولانا کا ارشاد ـــــ طلبہ بیٹھے ہیں سامنے ـــــ بچو
اللہ سے ڈرو ـــــ اور ڈرو اللہ سے ـــــ اللہ سے ڈرو ـــــ ایک دفعہ سنا،
دو دفعہ، چار دفعہ، دس دفعہ ـــــ آخر بار بار مولوی صاحب نے اللہ سے جو ڈرایا
تو خدا شاہد ہے ـــــ کالج کے لڑکوں کا تو مجھے پتہ ہے ـــــ یہ تو اتنے ڈر
گئے ہیں اللہ سے کہ جہاں اللہ کا ذکر ہو، ڈر کے مارے نہیں جاتے ـــــ مولوی صاحب
جو کہتے ہیں، اللہ سے ڈرو ـــــ رستہ چلے جا رہے ہیں، سامنے مسجد آ جائے ـــــ
چکرا کے گذرتے ہیں ـــــ کیوں بھئی چکرا کے کیوں گذرے ـــــ کہ بھئی مسجد سامنے
ہے ـــــ پھر؟ کہ اللہ سے ڈرو ـــــ مولوی صاحب نے کہا تھا ـــــ ہم اللہ سے
ڈرتے ہیں ـــــ تو اللہ سے ڈرا ڈرا کے، ڈرا ڈرا کے ـــــ ایمان سے ہم لوگوں
کا بُرا حال ہوا ہوا ہے ـــــ اور کوئی ہم میں سے جرأت کر کے مولوی صاحب سے نہیں
کہتا ـــــ مولوی صاحب، اللہ سے ڈرو ـــــ کیوں اللہ کے بندوں کو اللہ سے
ڈرا رہے ہو، خواہ مخواہ کے لئے ـــــ بھلا اللہ سے ڈرنا بھی کوئی انسانیت ہے؟
ـــــ اللہ کے بندوں کو اللہ سے ڈرانا بھی کوئی بات ہے ـــــ بس ڈرا رہے ہیں
ـــــ کیوں بھائیو! ڈر تو اُردو زبان کا لفظ ہے۔ ڈر کے معنی ہیں بچنا ـــــ کس
سے بچنا؟ اُس سے بچنا، جس سے اندیشہ ہو ستانے کا ـــــ جس سے اندیشہ
ہو دُکھ پہنچانے کا ـــــ جس سے اندیشہ ہو اذیت پہنچانے کا ـــــ اب بتاؤ اللہ
کوئی سانپ ہے؟ بچھو ہے؟ کیا ہے؟ جو اُس سے ڈریں ـــــ ہمیں ستاتا

تو میں کہتا ہوں۔ مولوی صاحبان جانے بھی دو ـــ یہ ترجمہ عربی نہیں ہے ـــ اللہ کو یاد کرو ـــ یاد کرو میں کوئی سواد ہی نہیں ـــ یاد کرو میں کوئی لطافت ہی نہیں ـــ سن رہے ہو نا بھئی میری بات ؟ پکّی بات ؛ جب سننے سے تمہارا دل بھر جائے کہہ دینا میں اُسی وقت بیٹھ جاؤنگا ـــ جب تک سنتے رہوگے میں تمہیں سناتا رہوں گا ـــ تم بھی کیا یاد کروگے۔ کسی نے سنائی تھی ـــ جب تک سنتے رہوگے میں سناتا رہونگا تو دیکھو بھائی یہ ترجمہ غلط ہے ـــ اللہ کو یاد کرو ـــ یاد کرو کو اگر زندگی میں ایک دفعہ یاد کرلو تو یاد کرو پورا ہوگیا ـــ عید کے دن کہہ دیا ـــ یا اللہ ـــ یاد کرو پورا ہوگیا ـــ باقی سال یاد نہ کرو بے شک ـــ یہ کون سی بات ہے ـــ چاہے کسی وقت بھی یاد نہ کرو ـــ کوئی بات ہی نہیں ـــ اللہ کو ایک دفعہ بھی کہہ دیا۔ "یا اللہ" ـــ یاد کرو پورا ہوگیا ـــ باقی سال یاد نہ کرو ـــ بے شک یہ کون سی بات ہے ـــ چاہے کسی وقت بھی یاد نہ کرو کوئی بات ہی نہیں ـــ اللہ کو ایک دفعہ بھی کہہ دیا اللہ ـــ یاد کرو پورا ہوگیا ـــ اللہ ہم سے یاد کرو کا مطالبہ نہیں کرتا ـــ اللہ کہتا ہے ـــ فَاذْكُرُونِي ۝ ـــ کیا معنی ؟ اللہ کو یاد رکھو۔ اب تم خود بتاؤ پڑھے لکھے بچّو ـــ یاد کرو اور یاد رکھو میں کوئی فرق ہے کہ نہیں ـــ بولو بھئی اللہ کو یاد کرو اور بات ہے ـــ اللہ کو یاد رکھو ـــ اب سوچو کوئی فرق ہے یا نہیں اس میں ہے نا فرق ؟ اور پھر آیت کا اگر تیور دیکھو ـــ آیت کا اگر لہجہ دیکھو ـــ پھر ترجمہ کرو تو یہ ترجمہ بنے گا اس کا اللہ کو یاد رکھو، ورنہ یاد رکھو پھر یہ ترجمہ بنتا ہے اور ترجمہ ہی نہیں بنتا کوئی ـــ تو اللہ ہمیں یاد ہے ـــ ہم اسے یاد رکھتے ہیں اور اللہ کا ہی ذکر کرتے ہیں محفل میں، مجلس میں مسلمانوں کی ـــ تو میرے بھائیو! ـــ اللہ نے ارادہ کیا کہ کائنات کو پیدا کرے تو اس نے کائنات کو پیدا کرنے میں ہم مسلمانوں کے اعتقاد کے مطابق ـــ اس کے دلائل کے لئے اسوقت وقت نہیں

چونکہ سب مسلمان مانتے ہیں اوّل مخلوق جو پیدا کی ــــــ وہ تھا نورِ حضورِ سرورِ کائنات ؐ
کیوں مسلمانو ! ہمارا یہ ایمان ہے یا نہیں ؟ ہم مانتے ہیں یا نہیں ــــ اوّل مخلوق ـــ پہلی
شئے جو اللہ نے بنائی ــــ سب سے پہلے جو بنایا ــــ وہ تھا حضور رسالت مآبؐ کا
نور ــــ سمجھے نا حضور ؟ اور جب نورِ حضور کائنات بنا دیا نا ! ــــ تو اس اکیلے نے
گوارا نہ کیا کہ میں بھی اکیلا اور بنا ہوا بھی رہے اکیلا ــــ لہٰذا اس کے چاروں طرف
" چار چاند " لگا دیئے ــــ تاکہ یہ چار ، پانچ ہو جائیں ــــ میں اکیلا رہوں ـ
اب جب یہ چار " پانچ " ہو گئے تو اور ترقی کی ـــ انہیں بارہ چودہ بنا دیا ـــ جب بارہ
چودہ بن گئے تو اللہ نے ایک یونیورسٹی کھول دی کہ بیکار بیٹھ کے کیا کرو گے ــــ
یونیورسٹی کھل جائے ــــ تم تعلیم دیا کرو ــــ تم پڑھایا کرو ــــ اور ایک لاکھ
چوبیس ہزار طالب علم اس یونیورسٹی میں داخل کر دیئے ــــ اور محمدؐ ہو گئے اس کے
وائس چانسلر ــــ اور بارہ چودہ ہو گئے پروفیسر اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پڑھنے
بیٹھ گئے ــــ جو طالب علم پاس ہوتا رہا ، ڈگری ملتی رہی عہدہ ے کے آتا رہا ــــ
کسی کو زمین پہ پانی بہانا سکھا دیا اور آگیا ــــ کسی کو آگ کو گلزار بنانا سکھا دیا اور آ
گیا ــــ کسی کو وائرلیس پہ بات کرنے کا طریقہ سکھا کر کلیم بنا سکھا دیا اور آگیا ــــ کسی کو
موت سے ٹکر لے کے ہمیشہ جینا سکھا دیا اور آگیا ــــ غرض اپنا اپنا پڑھ کے سارے
شاگرد آتے رہے ــــ توجہ ہے نا صاحبان ــــ جب ایک لاکھ چوبیس ہزار ہو کے
آ گئے اور سب اپنا اپنا کام کر گئے تو اللہ نے اساتذہ کرام کی طرف دیکھا ــــ جو چودہ
پڑھانے والے تھے اور جو اُن کے راس و رئیس تھے ــــ حضور محمد مصطفٰےؐ ــــ ان کی
طرف دیکھا ــــ اور دیکھ کے یہ کہا ہوگا ــــ " ہوگا " لفظ یاد رکھنا ــــ یہ ہوگا
لفظ میں آپ کے ڈر کے مارے کہہ رہا ہوں ــــ کہیں پوچھنے لگو کہ یہ کس کتاب
میں لکھا ہے ــــ کتاب میں نہیں ، یہ میرے دل کی کتاب میں لکھا ہے ــــ یہ کہا ہوگا ـ

___ کہ محمد سنتے بھی ہو ___ شاگرد تو اپنا اپنا کام کر کے چلے گئے ___ اب
اگر مناسب سمجھیں تو آپ خود چلے جائیں ذرا ___ کیوں کیا خیال ہے؟ جاؤ گے؟ جانا
ہے؟ کیوں محمدؐ جاؤ گے؟ جانا ہے؟ ہیں؟ کیا بات ہے؟ جاؤ گے؟ دیکھو محمدؐ!
سنو، اگر باقی نبیوں کی طرح تم بھی نبی ہوتے تو حکماً بھیجتا ___ جاؤ ___ محبوب جو ہوئے
___ اِس لئے پوچھتا ہوں ___ جانا ہے؟ جاؤ گے؟ کیا خیال ہے؟ جانا ہے؟
اچھا جا رہے ہو ___ بسم اللہ تشریف لے جاؤ ___ بہت اچھا تمہاری مرضی
ہم تو تمہاری مرضی دیکھتے ہیں ___ چلے جاؤ ___ ہیں؟؟ مگر یہ کیا؟ تم تو اُداس ہو گئے
___ محمدؐ اُداس نہ ہو ___ اگر وہاں کبھی دل گھبرا جایا کرے تو مل جایا کرنا ___ جاؤ؟
پوچھا جا کے اب کریں کیا ___ کہ اب جا کے ___ اب تک جو سوا لاکھ پڑھے تھے وہ
پُرانی یونیورسٹی میں پڑھے تھے ___ تم مکے میں جا کے ___ ایک جنگل میں بالکل ریگستان
میں نیو کیمپس قائم کر دینا ___ بالکل نئی یونیورسٹی قائم کر دینا ___ اب کے ایک بالکل نئی
یونیورسٹی قائم ہو جائے نیا کیمپس بن جائے ___ دنیا بھی کیا یاد کرے گی کہ پڑھنے کا طرز بدل
گیا ___ انداز بدل گیا ___ بالکل نیو کیمپس قائم کر دو وہاں جا کے ___ سمجھے
___ بہت اچھا ___ تم اس یونیورسٹی کے ہو گے انچارج اور آ گے طلبہ تمہارے
آئیں گے ___ انہیں پڑھایا کرنا ___ بالکل نیو کیمپس قائم کر دینا وہاں جا کے ___
بہت اچھا ___ اب چلے وہاں سے ___ جا رہے ہو؟ کہ ہاں ___ اور یہ
بغل میں کیا ہے؟ کہ یہ میری کتاب ہے ___ اسے پڑھ پڑھ کے دنیا کو پڑھاؤں گا
یونیورسٹی میں ___ اچھا تم ایک کام کرو ___ کتاب یہیں چھوڑ جاؤ ___ تم خود
جاؤ ___ کہ اگر کتاب یہاں رہ گئی تو وہاں پڑھاؤں گا کیا ___ کہ واہ محمدؐ ___
تو اتنی بات بھی تم مجھ سے پوچھتے ہو ___ دیکھو جب بڑے آدمیوں کے بچے گھر سے
کالج آتے ہیں تو ان کی بغل میں بستے نہیں ہوتے ___ ان کے نوکر پیچھے بستہ لے کر آتے

ہیں ــــ آپ تشریف لے چلیں ــ آپ کی یہ کتاب آپ کا ذکر جبرائیلؑ لے کر
حاضر ہو گا ــــ آپ تشریف لے چلیں کتاب وہ لے کر آئے گا ــــ جائیں آپ
اور دیکھو ایک بات سنو ــــ جہاں میں تمہیں بھیج رہا ہوں نا! وائس چانسلر شپ کے
ــــ وہاں جا کے بالکل نہ پڑھنا ــــ وہاں پڑھو گے تو میری بنی بنائی بات بگڑ جائے
گی ــــ کیوں بچو ــ تم مجھے ایک بات بتاؤ ــ تم جو مجھے گھر سے لائے ہو کار میں
بٹھا کے بڑی عزت سے اور مجھ سے کہا ــــ زیدی صاحب ایک تقریر کر دو ــــ
اب زیدی صاحب کھڑے ہوئے یہاں تقریر کرنے ــــ جیب میں سے نکال کے
کتاب اسے پڑھنا شروع کر دیا ــ آپ نے کہا بسم اللہ ــــ (کتاب کھول کر
دیکھتے ہوئے ــــ ہاتھ سے ٹھہرنے کا اشارہ) ــــ زیدی صاحب شروع کرو ــ
(پھر ہاتھ سے ٹھہرنے اور انتظار کرنے کا اشارہ) اے قبلہ پڑھو نا کچھ ــ (تیسری
مرتبہ پھر اسی طرح نظریں کتاب پر اور ہاتھ سے ٹھہرنے کا اشارہ) ــــ او ٹھہرو ذرا ــ
پہلے میں تو پڑھ لوں ــــ سارے لڑکے اٹھ کر چلے گئے ــــ بھئی کیوں چلے گئے
ــــ کہ اس پاگل مولوی کو کون مانے جو یہاں آ کے پڑھے ــــ اب وقت بڑی جلدی،
جلدی گذر رہا ہے اور افطار کا وقت قریب آتا جا رہا ہے ــــ اس لئے میں بات
مختصر کرتا ہوں ــــ بہر نوع یہاں آ کے مکتب کھول لیا ــــ دیکھو یوں کرو ــــ
پہلے زیادہ طالب علم بھرتی نہ کرنا ــــ تھوڑی سی کلاس رکھنا ــــ اپنے گھر والوں
کو پہلے جمع کرو ــــ پہلے اُن سے تعلیم شروع کرو ــــ جب وہ سمجھ جائیں گے
پھر اور عوام سے بات کرنا ــــ انذر عشیرتک الاقربین ○ پہلے بالکل
اپنے اقرب اکٹھے کرو قرابت دار ــ پھر اوروں سے بات کرنا ــ بہت اچھا
یوں نیو کیمپس میں پہلی کلاس چالیس طالب علموں کی کھلی ــــ جو رسولؐ کے اپنے گھر والے
تھے ــــ وہ آ کے بیٹھ گئے جناب پڑھنے کے لئے ــــ اس میں بس وسال کا خیال،

نہیں ــــ طالب علمی میں سن و سال نہیں دیکھا جاتا ــــ پڑھنے کے شوق میں بچہ بھی پڑھ سکتا ہے ــــ بوڑھا بھی پڑھ سکتا ہے ــــ یہ اور بات ہے کہ بچے کا ذہن تیز ہوتا ہے ــــ اب مجھے اتنا اچھا یاد نہیں ہو سکتا جتنا تمہیں یاد ہو سکتا ہے۔ ــــ تو جناب اس میں رسولؐ کا سارا خاندان اکٹھا ہو کے بیٹھ گیا ــــ چالیس آدمی بیٹھ گئے ــــ بھئی ہمیں کیوں بلایا ہے ــــ کہ میں نے ایک نئی تعلیم گاہ قائم کی ہے۔ میں اس میں درس دینا چاہتا ہوں ــــ اگر میرا علم تم نے پڑھ لیا اور سمجھ گئے تو ساری دنیا کی حکومت تمہارے قدموں میں ہوگی اور عاقبت کی نجات تمہارے پاس ہوگی ــــ میں ایسی چیز تمہیں بتانے کے لئے آیا ہوں ــــ کہ اچھا بتاؤ ــــ تو میرے محترم سامعین ــــ اللہ تمہیں سلامت رکھے ــــ محمد مصطفےٰ جیسا معلّم اعظم اور اس کی پہلی کلاس ــــ پہلی کلاس میں اتنے بڑے معلّم کی تقریر ــــ پہلی گفتگو ــــ تمام طلبہ گوشِ ہوش کھولے بیٹھے تھے سننے کے لئے کہ دیکھیں کیا کہتا ہے ــــ مگر معلّم اتنا عالمگیر معلّم تھا کہ وہ صرف اس جماعت کا معلم نہیں تھا بلکہ عالمین کا معلّم تھا ــــ عالم کی ہر شے کا معلّم تھا ــــ اُدھر اس نے تقریر کرنے کے لئے گلا صاف کیا ــــ "... ہم کچھ کہنا چاہتے ہیں" ــــ اُدھر اس نے کہا ہم کچھ کہنا چاہتے ہیں ــــ اِدھر کائنات کی ہر شے سراپا گوش بن گئی سُننے کے لئے ــــ سمجھے نا حضور؟ درختوں کا ہر پتہ کان ہو گیا سننے کے لئے ــــ ہر ذرّہ دوش ہوا پہ سوار ہو گیا سننے کے لئے ــــ فلک نے ستاروں کی عینک لگالی سننے کے لئے ــــ چلتا ہوا سورج ٹھہر گیا سننے کے لئے ــــ چاند کے سینے پہ داغ پڑ گیا سننے کے لئے ــــ سوا لاکھ انبیاء آسمانِ اوّل پہ اُتر آئے سننے کے لئے ــ اللہ نے کہا ــــ ماشاء اللہ ــــ قدرت نے کہا سُبحان اللہ ــــ فطرت نے کہا ــــ بسم اللہ ــــ اور محمدؐ نے تقریر شروع کی زُلفِ الہام کو شانہ ہونے لگا ــــ شہپرِ جبرئیلؑ کو جنبش ہونے لگی ــــ اور تقریر میں

فرمایا کہ میں تمہارے لئے خیرِ دنیا اور آخرت لے کے آیا ہوں ـــــ بولو ایسا کون
شاگرد ہے جو میرے علم کو اچھی طرح سمجھ کر اس معاملے میں میرا ساتھ دے اور میرے
بعد میری درسگاہ کا پرنسپل بنے ـــــ بولو کون ہے ؟ بس اِدھر اعلان ہوا
ـــــ خیرِ دنیا اور آخرت کا پیغام لایا ہوں ـــــ چالیس کے چالیس سامعین
خاموش بیٹھے رہے ـــ مگر ـــــ دنیا کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی ـــ عالم کی
چلتی ہوئی نبضیں رُک گئیں ـــــ جب رسولؐ کی آواز پہ لبیک کہنے کے لئے، کونے
سے ایک دس سال کا بچہ اُٹھا ـــ سمجھے نا حضور ؛ پوری بچپن کی ادا ـــ پیروں پہ
مٹی پڑی ہوئی ـــــ کُرتے کے بٹن کھُلے ہوئے ـــ جیبوں میں خُرمے بھرے ہوئے
پوری بچپن کی ادا سے کونے سے ایک بچہ اُٹھا ـــــ قبلہ ذرا اب کے فرماؤ کیا کہا
ہے ؟ـ یہ اب کے فرماؤ اس لئے کہا تھا کہ کام تو بچے ہی کریں گے آپ کا ـــ قربانی
دیں گے ـــ مر مٹیں گے ـــ مگر پہلے ہمیں سمجھا دیں کہ چاہتے کیا ہیں ؟ بے سمجھے بوجھے
ساتھ ہو لینا عقلمندوں کا کام نہیں ـــــ پہلے ہم سمجھ لیں کہ کیا کہہ ـــــ ہماری
سمجھ میں بھی تو آجائے آپ چاہتے کیا ہیں ـــ ہاں حضور ذرا اب کے فرمائیں آپ چاہتے
کیا ہیں ؟ کہ بیٹا، بچے، برخوردار ـــ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ کون ہے جو اس معاملے میں
میرا ساتھ دے گا ـــــ بس یہ کہنا تھا کہ کون ساتھ دے گا ـــ بچے نے ایڑیاں اُٹھا
کے کہا ـــــ انا ناصرک یارسول اللہ ـــــ اے اللہ کے رسولؐ میں تیرا ناصر
ہوں ـــ میں تیری مدد کروں گا ـــ " بیٹا ـــــ یہ بچوں کا کھیل نہیں " "قبلہ میں جان
پہ کھیل کے کہہ رہا ہوں" ـــــ " بیٹا یہ بڑا مشکل کام ہے" ـــ کہ " آقا میں علیجاہ ـــ میں
مشکلکشا جو ہوا " ـــــ مشکل کام سمجھ کے کہہ رہا ہوں کہ میں تیرا ساتھ دوں گا ـــــ
"یا محمدؐ" نہیں ـــ اگر یا محمدؐ کہہ کے وعدہ کرتا تو زندگی بھر وعدہ تھا ـــــ
یارسول اللہ، میں تیری نصرت کروں گا" ـــــ گویا جب تک تیری رسالت ہے، ـــ

نصرت ہے ـــ جہاں جہاں تیری رسالت ہے ، وہاں وہاں میری نصرت ہوگی
میں تیرے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کرونگا ـــ گویا آج سے دُنیا متعارف ہوئی "علیؑ"
سے ـــ وہ چالیس آدمیوں کا مجمع جو رسولؐ کی تقریر سن رہا تھا اس بچے کی طرف دیکھنے لگا
ـــ رسولؐ نے مسکرا کے کہا "میں بھی یہی چاہتا تھا ـــ کہ مجھ سے نظر ہٹے تو اس پہ آ کے
رُکے" ـــ دیکھو یہ بچہ کیا کہتا ہے ـــ آج طلبہ بچے ـــ طالب علم بچے ـــ اس
بچے کی تقلید میں جس نے معلمِ اعظم کے فرمان پہ وعدہ کیا تھا ـــ میں تیرا ساتھ دوں گا۔
ـــ آج اس کا ذکر کرنے کے لئے نئے کیمپس میں بچے اکٹھے ہیں ـــ یہ دیکھنے کے لئے کہ
اس دس سالہ بچے نے جو وعدہ کیا تھا کہ تیری تعلیم پر میں عمل کرونگا ـــ آیا اس نے کس کس
طرح عمل کیا؟ ـــ کہیں عمل میں فیل تو نہیں ہوا ـــ کہیں عمل میں ہچکچایا تو نہیں ـــ کہیں عمل
میں گھبرایا تو نہیں ـــ کہیں عمل میں پریشان تو نہیں ہوا ـــ افسوس کہ وقت نہیں اتنا
کہ ساری چیزیں بیان کی جائیں ـــ اور وقت ہو بھی اتنا تو وقت ختم ہو جائے امام وقت
کا ذکر ختم نہیں ہوگا ـــ یہ وقت اس قابل ہی نہیں کہ اس کو سمو سکے اپنے اندر ـــ سمجھے ـــ
ہاں یہ اور بات ہے کہ کبھی وجد میں آ کر اس کا ذکر سننے کے لئے گیا ہوا سورج پلٹ کے
آجائے ـــ یہ بات اور ہے ـــ ورنہ یہ وقت ختم ہو جائے گا، ذکر ختم نہیں ہوگا ـــ
وعدہ کر لیا اس نے کہ میں آپ کی تعلیم پر عمل کروں گا ـــ اور قیامت تک مسلمان بچوں کو سبق
دے گیا کہ مسلمان بچو! ـــ اپنے معلم کی بات کو اچھی طرح سمجھ لو ـــ اپنے بزرگ کی
بات کو اچھی طرح سمجھ لو ـــ جو وہ تم سے کام لینا چاہتا ہے اسے اچھی طرح سے سمجھ
لو ـــ اس کے ہر پہلو پہ غور کر لو ـــ اس کو اچھے طریقے سے اپنے ذہن میں بٹھا
لو ـــ اور جب تمہاری سمجھ میں آ جائے تو آنکھیں بند کر کے نہیں ـــ سوچ کے
ـــ سمجھ کے، غور کر کے ـــ پھر اس سے وعدہ کرو تو عمل میں رکاوٹ نہ ہونے پائے
ـــ عمل میں ہچکچاہٹ نہ ہونے پائے ـــ عمل میں پھر رکنا نہیں ـــ پھر عمل اس

طرح کرو آنکھیں بند کر کے کہ دنیا حیران رہ جائے ـــــ کہ اس طرح عمل کیا جاتا ہے ـــــ تو بیٹھو ایک بات اور پھر بات ختم ـــــ وقت گذر جائے گا اور میں بیٹھ جاؤں گا ـــــ وعدہ کیا نا عمل کا؟ تو اسی طرح آنکھیں بند کر کے عمل کیا ـــــ جب سمجھ گیا تھا تعلیم کیا ہے ـــــ جب سمجھ گیا تھا کہ اس کا مقصد کیا ہے ۔ جب سمجھ گیا تھا کہ وہ اس سے منوانا کیا چاہتا ہے ـــــ یہ سوچ سمجھ کر وعدہ کیا تھا تو عمل اس طرح کیا جائیو ـــــ تو بچو سُن رہے ہو بات کو؟ سُن رہے ہو؟ پکّی بات ہے؟ شاباش ـــــ سُن رہے ہیں بڑے غور سے بچّے ـــــ یہ بھی اتفاق کی بات ہے کہ ایک سفید داڑھی والے کی بات کو نوجوان سُن رہے ہیں ـــــ نہیں تو دو تین مرتبہ میرے ساتھ ایسا اتفاق ہوا ہے، جب میں تم جیسے لڑکوں میں چلا گیا تقریر کرنے ـــــ تو ان بچوں نے کہا "بابا بہہ وی جا ـــــ کیسے بندے نوں گل کرن دے" ـــــ یہ تو اتفاق ایسا ہے کہ تم میری بات سُن رہے ہو ـــــ آج تم نے مجھے بندہ سمجھ لیا ہے ـــــ سوچ سمجھ کے جب وعدہ کیا کہ میں تیری نصرت کرونگا ـــــ اس کے ہر مع لہٗ اور ما علیہ پر نظر ڈال کے وعدہ کیا کہ میں تیری نصرت کرونگا ـــــ یونہی اندھی تقلید نہیں ـــــ آنکھیں بند کر کے نہیں یونہی ساتھ دوڑ پڑنے والی بات نہیں ـــــ سوچ سمجھ کے وعدہ کیا تھا میں تیری نصرت کرونگا ـــــ اس سمجھ کے وعدے کا اثر یہ تھا کہ اس وعدے کے تیرہ سال بعد جبکہ رسولؐ کا سن ہے ترپّن (۵۳) سال کا ـــــ کیا سن ہے رسولؐ کا بھئی؟ ترپّن (۵۳) سال کا ـــــ کیوں بھئی ترپّن (۵۳) سال کا سن پختہ عمر ہے یا نہیں؟ ہیں؟ تجربے کی عمر ہے یا نہیں؟ دنیا کا سب کچھ، جہاندیدگی پوری ہے یا نہیں؟ ترپّن (۵۳) سال کا رسولؐ شام کے وقت، اپنے گھر کے اندر کھڑے ہو کر یہ کہہ رہا ہے ایک اُنیس سال کے نوخیز نوجوان سے ـــــ جتنے اس محفل میں اٹھارہ انیس سال کے نوجوان ہیں وہ میری بات غور سے سُنیں ـــــ ایک اٹھارہ اُنیس سال کے نوجوان سے، ترپّن (۵۳) سال کا رسولؐ کہہ رہا ہے یہ، کھڑا ہو کے ـــــ بیٹا، برخوردار آج میرے

گھر میں خطرہ ہے ـــــ بڑا سخت خطرہ ہے ـــــ تو بتاؤ بچو جب گھر کا بزرگ خطرہ
بتائے تو بچے کے دل پر کیا گذرے گی ـــــ ہیں؟ ـــــ وہ بھی ڈرا ہوگا یا نہیں؟
وہ بھی گھبرایا ہوگا یا نہیں ـــــ خطرہ ہے قبلہ ـــــ اور جب اتنا تجربہ کار بزرگ
کہہ رہا ہے خطرہ ہے تو بچہ بھی گھبرایا ہوگا ـــــ اس انیس سالہ بچے نے گھبرا کے پوچھا
ـــــ قبلہ خطرہ ہے؟ ـــــ کہ ہاں بیٹا خطرہ ہے ـــــ "واقعی خطرہ ہے؟" ـــــ کہ بہت
ہی خطرہ ہے ـــــ خطرہ ہے؟؟ ـــــ کہ یقیناً خطرہ ہے ـــــ پھر قبلہ کیا پروگرام
ہوگا ـــــ میں گھر چھوڑ کے جارہا ہوں ـــــ کیوں؟ ـــــ خطرہ ہے ـــــ اچھا
قبلہ، میں کیا کروں؟ کہ تم یہیں رہو ـــــ کیوں؟ ـــــ خطرہ ہے ـــــ سمجھے آپ
اب بتاؤ بچو ـــــ اگر وہ لڑکا یہ کہدے کہ میں تو نہیں رہتا ـــــ تو کسی اخلاقی ضابطے
میں، اس کا یہ انکار کرنا بری بات ہے؟ وہ کہہ سکتا ہے یا نہیں کہ جب خطرہ ہے
تو میں بھی نہیں رہتا ـــــ مگر دنیا حیران ہوگئی یہ سن کے جب اس بچے نے کہا کہ
خطرہ ہے؟ کہ ہاں بہت خطرہ ہے ـــــ پھر ـــــ کہ میں جارہا ہوں ـــــ
اور میں ـــــ! کہ تم یہیں رہو ـــــ کہ اچھا میں یہیں ہوں ـــــ آپ جائیں ـــــ
خطرہ ـــــ خطرہ ہے ـــــ تو ہوا کرے ـــــ میں یہیں ہوں ـــــ حیرت میں آگئی ساری
دنیا کہ یہ بچہ کیا کہہ رہا ہے؟ ـــــ تو اسے اسوقت یہ بتایا گیا کہ اس نے سوچ سمجھ کر وعدہ
کیا تھا ـــــ نصرت کا ـــــ اس لئے یہ کہہ رہا ہے ـــــ کہ میں یہیں رہونگا ـــــ
رسولؐ جانے لگے تو اس بچے سے کہتے ہیں کہ بیٹا گھر میں خطرہ ہے ـــــ خطرہ بڑا
ہے ـــــ بہت ہی خطرہ ہے ـــــ لہٰذا چوکس نہ رہنا کیوں؟ خطرہ ہے
ـــــ ہوشیار نہ رہنا ـــــ کیوں؟ ـــــ خطرہ ہے ـــــ خبردار نہ رہنا ـــــ کیوں؟
خطرہ ہے ـــــ بے خبر سو جانا ـــــ کیوں؟ خطرہ ہے ـــــ ہے نا عجیب بات
ـــــ بالکل بے خبر سو جانا ـــــ اس لئے کہ خطرہ ہے ـــــ سمجھے حضور ـــــ

اس نے کہا لیجئے قبلہ میں سو گیا ــــ اپنے بستر پہ لیٹ گیا ــ کہ ٹھہرو تمہارے بستر پہ خطرہ نہیں ــ میرے بستر پہ لیٹو کہ خطرہ یہاں ہے ــــ اب خطرے کا مرکز سمٹ کے بستر رہ گیا تھا ــ یہاں لیٹو ــ وہاں لیٹ گیا ــــ یہاں سو جاؤں؛ کہ نہیں ایسے نہیں ــــ اگر میرے بستر پہ تم، تم ہو کے سوئے تو خطرہ نہیں ــــ میرے بستر پہ تم، ہم بن کے سوئے ہیں؛ لیٹو ــــ لٹایا اپنی چادر اوڑھا دی ــ اپنا عمامہ سرہانے رکھ دیا ــــ اپنے نعلین قریب قریب رکھ دیئے ــــ اپنی تلوار پاس رکھ دی ــ تاکہ دیکھنے والے، سونے والے کو جانے والا سمجھیں ــ ہیں ــــ سو جاؤ ــــ سو گئے؛ سو گئے ــــ صبح تک کروٹ نہیں لی بستر کی سلوٹ گواہ ہے ــــ اسی طرح آرام سے سوتا رہا ــــ ساری رات سوتا رہا ــــ یہ ہے سوچ سمجھ کر کسی اسکیم کو ــــ پھر اس پہ نصرت کا وعدہ کرنے کا نتیجہ ــــ بے سوچے سمجھے، بغیر سوچے ہوئے وعدہ کر لینے سے یہ استقامت پیدا نہیں ہوتی ــــ خوب سمجھ لو کہ ہم نے کیا کام کرنا ہے پھر وعدہ کرو تو اتنا پکا وعدہ کرو ــــ سو گیا آرام کے ساتھ ــــ سو گیا یا نہیں؟ اور اللہ نے کیا کیا ــــ رات کو سونا دیکھ کر اللہ نے ــــ لو جی یہ آخری فقرے ــــ سونا دیکھ کر اللہ نے ــــ کیوں بچو اللہ بھی کبھی سوتا ہے ــ ہیں؟ نہیں سوتا!!! اے لو ــ اللہ تو کبھی سوتا ہی نہیں ــ کبھی نہ سونے والے نے آج کا سونا جو دیکھا ــ تو اس نے کہا محمدؐ یہ بڑا کھرا سونا ہے ــ بڑا بہترین سونا ہے ــــ میں نے اسے پرکھ کے دیکھا ہے ــــ بہت ہی بہترین سونا ہے ــ اس میں کوئی غیل وغش نہیں ــــ یہ سونا میں خرید نہ لوں؛ یہ سونا میں خرید لوں ــ محمدؐ ــ تم درمیانی بن کے یہ سونا مجھے خرید دو ــــ محمدؐ تھے کہیں اور ــ سونے والا تھا کہیں اور ــــ وہیں سے آواز دی ــــ سونے والے ــــ

کہ "جناب عالی!" ـــــ وہیں سوتے میں کہا ـــــ سونے والے ـــــ ہاں کیا ہے؟
ـــــ سونا بیچتے ہو؟ ـــــ "جی ہاں" ـــــ "کیا لوگے؟" ـــــ "قبلہ کیا دوگے؟" ـــــ
خریدتا کون ہے؟ کہ کبھی نہ سونے والا اللہ خریدار ہے ـــــ اچھا! ـــــ اللہ خریدار
ہے؟ ـــــ پھر بیچتے ہو؟ کہ بیچتا ہوں ـــــ کیا قیمت لوگے؟ کہ قبلہ بات سنو۔
جب اللہ جیسا خریدار ہو تو قیمت پہ جھگڑا کرنا خلاف تہذیب ہے ـــــ اللہ سے کہدو
کہ سونا میرا حاضر ہے، قیمت میں جو اُس کی مرضی ہے وہ دیدے ـــــ جو، مرضی
ہے دیدے ـــــ بس مرضی قیمت ہے ـــــ سونا حاضر ہے ـــــ اللہ نے کہا
ـــــ "منظور" ـــــ سودا ہوگیا ـــــ کہ قبلہ یہ مرضی ملے گی کب؟ کہ قیامت میں
ـــــ قیامت کا اُدھار؟ ـــــ بیعانہ مل جائے تاکہ سودا پکا ہوجائے ـــــ اللہ نے
بیعانے میں جنّت دے دی ـــــ جنّت تیری قیمت نہیں ـــــ یہ بیعانہ ہے ـــــ
جنّت پہ قبضہ کرلیا ـــــ سمجھے ناحضور ـــــ ہوئی جو شادی تو وہی جنّت ـــــ جو اُس
دن بیعانے میں ملی تھی ـــــ منہ دکھائی میں بیوی کو دے دی ـــــ خریدی تھی شوہر نے
ـــــ خاتونِ جنّت کہلاتی ہے بیوی ـــــ بیوی نے بچّوں کے نام کردی ـــــ رسولؐ
نے رجسٹری کردی ـــــ انتقال کی ـــــ الحسن والحسین سید
شباب اھل الجنۃ ـــــ باپ نے خریدی ـــــ ماں ملکہ بنی ـــــ حسنینؑ
مالک بنے ـــــ بقول شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کے اللہ نے جنّت کے صدر دروازے
پہ یہ نام لکھ کر لگا دیئے ۔ محمّدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ
انشاءاللہ ـــــ نیوکیمپس کے نوجوانو! ـــــ تم چلنا جنّت میں ـــــ چلو گے یا
نہیں؟ ہیں؟؟ جاؤ گے نا؟ ـــــ (آوازیں انشاءاللہ) ـــــ انشا اللہ کی کیا بات
ہے ـــــ جائیں گے ـــــ وہاں ضرور جانا ہے ـــــ وہاں جاؤ گے ـــــ مجھے بھی
آواز دے لینا ـــــ سواد آجائے گا ـــــ جب دروازے پہ یہ نام لکھے دیکھیں

ہنگے نا ـــــ اگر کسی فرشتے نے روکا بھی تو کہدینا " فرشتے ہٹ جا ہمارا وقت ضائع نہ کر ـــــ یہ نام نہیں دیکھتا ـــــ اندر تو محفل ہو رہی ہوگی ـــــ زیدی تقریر کر رہا ہوگا ـــــ چلو چلیں اندر" ـــــ انشاء اللہ یہ نام دیکھ کے ہم فوراً پہنچ جائیں گے ـــــ

تمہاری محفلوں کو اللہ قبول کرے ـــــ تمہارے اندر تقویت دین عطا فرمائے ـــــ دینی محفلیں منعقد کرنے کا تم میں شوق اور شعور پیدا کرے ـــــ جب کوئی دینی محفل منعقد کیا کرو اگر میری صحت ٹھیک ہو تو مجھے ضرور بلایا کرو ـــــ آج تو بیماری کے عالم میں، میں نے چند منٹ آپ سے باتیں کرلی ہیں ـــــ مجھے بلایا کرو ضرور ـــــ خدا تمہیں خوش رکھے ـــــ اللہ تمہیں سلامت رکھے ـــــ خوب سوچ کے سمجھ کے ـــــ غور کر کے ـــــ ذہن میں بٹھا کے ـــــ ہر پہلو اور نشیب وفراز کو دیکھ کر جو عزم کر لو پھر اس پر بنیان مرصوص کی طرح جم جاؤ سیچھے ؛ بے سوچے سمجھے قدم اٹھانا ـــــ حیدری جوانوں کی شان نہیں ہے ـــــ اللہ تمہیں سلامت رکھے ـــــ خدا تمہیں خوش رکھے ـــــ خدا حافظ ـــــ فی امان اللہ ـــــ

(۲۴ رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ - ایس-ٹی-سی نیو کیمپس" پنجاب یونیورسٹی" لاہور کے طلبا سے خطاب)

آلِ ابی طالب
عنوان
فضائل آل ابی طالب
مصائب شہزادہ علی اکبر
ہیں آخری سلام کو اکبر جھکے ہوئے
نقشہ کھنچا ہوا ہے رکوع رسول کا
ذکی سرورکوٹی

خداوندعالم کی حمد وثنا اور حضرات محمد وآل محمد علیہم السلام پر درود وسلام کے بعد میں اس طرح گزارش کرتا ہوں کہ اللہ اپنے علم وفضل کے مطابق اپنا جو کام لینا چاہتا ہے، کسی انسان سے ۔ اس کام کے مطابق آدمی وہ خود چن لیتا ہے اس سے میں نے یہ کام لینا ہے ۔ اس سے یہ کام لینا ہے ۔ انسان ، خدا خود انسانوں میں سے چن لیتا ہے اپنے کام کے لئے ۔ سمجھ رہے ہیں نا صاحبان ۔ اللہ کے یہاں الیکشن نہیں ، اللہ کے ہاں سلیکشن ہے ۔ اب میں انگریزی لفظوں کے معنی تو جانتا نہیں سُنتے ہوئے میں نے کہہ دیئے ہیں ۔ ہم لوگ کرتے ہیں الیکشن اور اللہ کرتا ہے سلیکشن ۔ ہم بہت سے مل کے چنتے ہیں ایک کو اور اللہ چنتا ہے بہت سوں میں سے ایک کو ۔ سلیکشن کا ترجمہ چننا اور الیکشن کا ترجمہ ہے چھانٹنا ۔ جو بندہ سلیکشن سے آتے وہ چنا ہوا ہوتا ہے ۔ جو الیکشن سے آئے وہ چھٹا ہوا ہوتا ہے ۔ بہر نوع اللہ چن لیتا ہے اپنے کام کے لئے اس آدمی کو جسے وہ موزوں سمجھتا ہے وجہ ہے نا صاحبان ۔ اور اس بڑی مختصر سی تمہید کے بعد میں اپنی مجلس شروع کرتا ہوں تاکہ تھوڑے وقت میں ختم ہو ۔

میرے محترم سامعین ! اللہ نے اپنا کام لینے کے لئے جس خاندان کو چن لیا وہ خاندان بنی ہاشم کہلاتا ہے اس خاندان کو اللہ نے چن لیا تھا ۔ اس لئے کہ اس خاندان سے وہ اپنا کام لینا چاہتا تھا ۔ اس لئے یہ خاندان ۔ اللہ نے چن لیا ۔ اور اس بنی ہاشم کے خاندان میں سے بھی ہر فرد سے کام نہیں لیا بلکہ اس خاندان کا جو فرد جس کام کے لئے موزوں ہوا وہ کام اللہ اس فرد سے لیتا رہا ۔ عبدالمطلبؑ سے کعبے کی حفاظت کا کام لیا جب ابرہہ آیا تھا ہاتھی لے کر ۔ اور عبدالمطلب کے بعد ان کے جانشین حضرت ابوطالبؑ سے جن کا نام نامی ہے عمرانؑ کنیت ہے ابوطالبؑ ۔

جن کے خطابات ہیں بیضۃ البلا، شیخ البطحا، سیّد القوم۔ یہ ان کے خطابات ہیں۔
سب سے پہلے عرب میں لفظ سیّد، جناب ابوطالبؑ کے لئے استعمال ہوا اور
آج تک ان کی نسل کے ساتھ یہ لفظ مشہور ہوگیا۔ جناب ابوطالبؑ سے بھی کام لیا
اللہ نے۔ اور یہ کام ابی طالبؑ کے سپرد ہوا کہ میرے رسولؐ کو جو میری اس تمام مخلوق میں
میں سے سب سے زیادہ معزز اور قیمتی ہے، اے ابوطالبؑ اس کو ہم تیرے سپرد کرتے
ہیں۔ تم اسے پالو اور پرورش کرو۔ توجہ فرمائی نا صاحبان۔ اللہ نے اپنی سب
سے قیمتی شئے سپرد کردی ابوطالبؑ۔ یہ فقرہ آپ نے سُن لیا۔ اسکی ذرا سی تشریح
کردوں آپ سے۔ میرے ہاتھ میں یہ ململ کا رومال ہے۔ پتہ نہیں آٹھ آنے کا ہے،
چھ آنے کا ہے۔ ایسا ہی کچھ ہوگا چھ چار آنے کا۔ میں چاہتا ہوں یہ رومال کسی کے
سُپرد کردوں۔ آپ اتنا مجمع ہے میرے سامنے۔ سب ما شاء اللہ مومن ہیں۔
میں نے یونہی ہاتھ بڑھا کے ایک آدمی کو دے دیا رومال۔ اب مجلس کے بعد پوچھتا
پھرتا ہوں۔ بھئی میرا رومال کس کے پاس تھا، کہاں ہے؟ کون لے گیا وہ رومال میرا؟
لوگ کہیں گے زیدی صاحب، تم نے خود غلطی کی۔ کسی جانے پہچانے کو دینا تھا۔
کسی ایماندار کے سپرد کرنا تھا۔ کسی شریف آدمی کے سپرد کرنا تھا۔ جب ایک کپڑے کا
رومال سُپرد کرتے ہوئے جان پہچان دیکھنی پڑتی ہے۔ شرافت دیکھنا پڑتی ہے، ایمانداری
دیکھنا پڑتی ہے تو اللہ نے محمدؐ جیسی قیمتی شئے سُپرد کرتے وقت یہ نہیں دیکھا ہوگا کہ یہ
بندہ شریف ہے یا نہیں؟ ایماندار ہے یا نہیں؟ اور اللہ جسے اتنا ایماندار سمجھے کہ محمدؐ
جیسی شئے سُپرد کردے، ایسے ایماندار کو بے ایمان کہنا، بے ایمانی ہے کہ نہیں؟ بہرنوع
یہ تو کام اللہ نے ابی طالبؑ کو دیا، اور ابی طالبؑ نے اپنی گود میں نبوّت کو بھی پالا، امامت
کو بھی پالا۔ گویا زیرِ دامن ابی طالبؑ پل کر نبوت آخری نبوّت بن گئی، اور امامت پہلی
امامت بن گئی۔ ابی طالبؑ کی پرورش کے بعد۔ تو یہ کام اللہ ابی طالبؑ سے لے رہا تھا۔

اور آج تک خدا کا کام نسلِ ابی طالبؑ کے سپرد ہے اور اللہ کی بگڑی بنانے کے لئے
آج بھی ابی طالبؑ کا کنبہ دنیا میں زندہ ہے اور قائم ــ یہ کام اللہ نے ابی طالبؑ کے
سپرد کیا ــ میری بات پہ توجہ ہے نا صاحبان ــ بڑی مختصر مختصر بات ــ ادھر ابی طالبؑ
تھے قابل کہ آتے ہی سامنے شیطان آگیا ــ ابراہیم کے آتے ہی سامنے نمرود آگیا ــ
موسیٰ کے سامنے فرعون آگیا ــ اس خاندان بنی ہاشم کے مقابلے پر خاندان بھی ــ ؟؟
وہی آگیا جو آپ کہہ رہے ہیں ــ یہ خاندان آگیا ــ اس خاندان میں
بھی بہت بڑے بڑے آدمی پیدا ہوئے ، بڑے بزرگ آدمی پیدا ہوئے ، ایک صاحب
فرماتے تھے کہ جتنے بڑے آدمی پیدا ہوئے سب اس خاندان میں ہوئے ــ وہی خاندان
جس کا نام آپ لے رہے ہیں " بنی ہاشم میں کوئی بڑا آدمی پیدا نہیں ہوا " ــ
میں نے کہا بالکل ــ بنی ہاشم میں تو جو پیدا ہوا بچہ پیدا ہوا ــ امیہ کے خاندان
میں جو پیدا ہوا بڑا پیدا ہوا ــ یہ خاندان بنی ہاشم کے مقابلے کا خاندان ہوگیا ــ
وہ دن تھے تو یہ رات تھے ــ اس خاندان میں بھی بڑے بڑے آدمی تھے ــ اُس خاندان میں
بھی بڑے بڑے آدمی تھے ــ اس خاندان کے بڑے آدمیوں میں سے ایک بڑے آدمی کا نام
لیتا ہوں وہ تھے حضرت ابی سفیان ــ نام سُنا ہے نا آپ نے ــ حضرت میں نے
اس لئے کہا کہ بڑے حضرت تھے ــ اگر آپ چاہیں تو ان کے فضائل بھی بیان کر دوں ــ
حضرت ابو سفیان کے ــ سنیں گے آپ ؟ فضائل پڑھوں ؟ تو صاحبان اس ایک جملے
پر فضائل ختم کرتا ہوں یہ یزید کے بھی دادا تھے ــ یہ ان کے فضائل ہیں ــ یزید کے
دادا جان ــ حضرتِ ابو سفیان ــ یہ اس خاندان میں پیدا ہوئے ــ جتنی جنگیں
رسالت مآبؐ نے ہوئیں ان سب جنگوں میں کفر کی فوج کے سپہ سالار بھی حضرت
ابو سفیان ہوا کرتے تھے ــ توجہ ہے نا صاحبان ــ مکہ کی فتح کے بعد اسلام کا اعلان کر
دیا اور یہ بدلنے لگے ــ میرے محترم سامعین بڑے غور سے سُننا شروع کرنا اب میں

مطلب کی بات سناتا ہوں آپ کو تاکہ اپنے وقت میں مجلس بھی ختم ہو جائے اور بات بھی ختم ہو جائے ۔ اس حضرت سفیان کے تین چار بیٹے تھے ۔ جن میں سے ایک شہرۂ آفاق بیٹا ۔ وہ ہے امیر شام ۔ یزید کے والد بزرگوار ۔ یہ ان کا شہرۂ آفاق بیٹا ہے ابو سفیان کا ۔ سمجھے حضور ۔ نام یاد نہیں ، ہو گا کوئی ۔ نامور بیٹے تھے ۔ اور جناب کئی بیٹیاں بھی تھیں ان کی ۔ اس وقت اس مجلس میں مجھے آپ کی فرمائش پوری کرنے کے لیے ، مجلس سنانے کے لئے ان کی دو بیٹیوں کا ذکر کرتا ہوں ۔ حضرت ابو سفیان کی دو بیٹیوں کا تذکرہ آپ کو سنانا ہے ۔ یہ آپ سنیں ۔ اور غور سے سنیں ۔ ان کے دو بیٹیاں تھیں ۔ ایک کا نام تھا اُمِّ حبیبہ ، ایک کا نام تھا جادیہ ۔ یاد رہیگا آپ کو ۔ ایک امّ حبیبہ ، ایک جادیہ ۔ یہ جو حضرت ابو سفیان کی بیٹی تھی نا امّ حبیبہ ، ان کی شادی ہوئی تھی حضور سرورِ کائناتؐ سے ۔ ابو سفیان کی بیٹی اور ہم مومنوں کی ماں ، جناب امّ حبیبہ ۔ امّ حبیبہ ہماری ماں تھیں ۔ ان کے باپ سے ہمارا کیا رشتہ ہوا ؟ سنو گے ؟ کس نے مجھ سے پوچھا ، امّ حبیبہ تو تمہاری ماں ہیں ، ان کے باپ سے کیا رشتہ ہے ۔ میں نے کہا ۔ نا ... نا ۔ بہر نوع یہ امّ حبیبہ حرمِ رسولؐ ہیں ، امّ المومنین ہیں ۔ واجب الاحترام ہیں ۔ رسولؐ کی بیوی ہونے کی حیثیت سے اور ہم مومنوں کی ماں ہیں اور ہمارے دلوں میں ان کی بڑی عزت ہے ماں ہونے کی حیثیت سے ۔ سمجھے نا آپ ؟ ان کے فضائل کتابوں میں بھرے پڑے ہیں بحیثیت امّ المومنین کے مگر سب سے بڑی فضیلت ان کی جو مسلمانوں نے کتابوں میں لکھی ہے وہ یہ ہے کہ جناب امّ حبیبہ ایک دن رسولؐ کے گھر بیٹھی تھیں ، ان کے باپ ابو سفیان ان سے ملنے آئے ۔ وہ مسلمان تھے نا ۔ مسلمان ہونے کے بعد یہ شادی ہوئی تھی ۔ جب انہوں نے حجرے میں قدم رکھا ، آ کے کہا بیٹی خیریت تو ہے ؟ جب باپ آتا ہے ملنے ۔ تو بیٹی نے دری جو بچھ رہی تھی وہ سمیٹ دی ۔ زمین پر اشارہ کیا ابّا بیٹھو ، تشریف رکھو ۔ کہا دیکھو امّ حبیبہ تم نے ہماری بڑی

توہین کی ہے۔ جانتی ہو ہم کون ہیں؟ ہم عرب کے بے تاج بادشاہ ہیں۔ ہم لاکھوں فوجیں لیکر آئے تھے مقابلے کے لئے۔ دنیا ہمارا کلمہ پڑھتی ہے۔ ہمیں دیکھ کر شیطان تک بھاگتا ہے۔ تم نے ہمیں کیا سمجھا ہے۔ یہ دری کیوں سمیٹ دی۔ ہمیں بیٹھنے نہیں دیا۔ ام حبیبہ نے بڑے ادب سے کہا کہ جناب بات یہ ہے کہ یہ دری وہ ہے جس پر رسول بیٹھتے ہیں۔ اس پر آپ اس طرح نہیں بیٹھ سکتے۔ یہ واقعہ لکھ کر مسلمان مورخ یہ لکھتے ہیں کہ یہ ہے اس کے کامل الایمان ہونے کی دلیل۔ یہ ہے اُس کے ام المومنین ہونے کی دلیل۔ میں بھی سٹیج پہ یہی کہتا ہوں کہ واہ اُم حبیبہ، ام المومنین ہو تو ایسی ہو کہ رسولؐ کی جگہ پہ باپ کو نہ بیٹھنے دے۔ یہ ہے شانِ اُم المومنین ۔ سمجھ رہے ہو ناصاحبان۔ اور میرے محترم سامعین اللہ آپ کو سلامت رکھے اور خوش رکھے۔ میں ایک بات آپ سے بیچ میں ضمناً کہتا چلوں۔ چونکہ جلدی ختم بھی کرنا ہے اور بات بھی کرنی ہے۔ آپ پوچھیں گے کہ کس کتاب میں ہے؟ کہیں نہیں۔ یہ حوالہ کہاں ہے؟ کہیں نہیں۔ یہ میں اپنے دل کی بات کہہ رہا ہوں پہلے ہی بتائے دیتا ہوں۔ اگر اس پر کوئی اعتراض ہے تو وہ مجھ پر ہے۔ یہ میرے مذہب کی کسی کتاب کی بات نہیں ہے کہ قیامت کے دن ایران کا شہنشاہ نوشیرواں، جس کے لئے کتابوں میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ جہنم میں جائے گا بوجہ کافر ہونے کے۔ اللہ اسے ایک پنکھا عطا فرمائے گا۔ جو آگ کو اس سے دُور رکھے گا۔ یہ اُسے عدالت کا صلہ ملے گا۔ یہ تو کتابوں کی بات ہے، اور میں اپنی بات کہتا ہوں۔ یہ پنکھا ملے گا اسے کیسے؟ جب فرشتے لے جا رہے ہونگے اسے جہنم میں، یہ میری ذاتی بات ہے اور یہ جاتے جاتے کہہ دیگا: جہنم میں تو میں چلا جاؤنگا، پر جانے سے پہلے میں ذرا اپنے نواسے سے ملنا چاہتا ہوں۔ اس کے نواسے تھے زین العابدینؑ زین العابدینؑ سے اس کا آمنا سامنا ہو جائے گا اور یہ زین العابدینؑ سے کہے گا۔ تم میرے نواسے ہو۔ فرشتے خود شرما جائیں گے۔ اسکو جہنم میں لے جاتے ہوئے۔ اللہ جس کو بچانا چاہتا ہے اس کے گھر نواسہ پیدا کر دیتا ہے اور جس کے گھر نواسہ نہ ہو اس کا کوئی بچانیوالا نہیں۔

کوئی اسے بچا نہیں سکتا۔ یہ جناب امّ حبیبہ کی بات آپکے ذہن میں آگئی۔ اب اسے میں پلیٹ کے
دوسری بہن کا قصّہ سنادوں۔ جس طرح عرب بنی ہاشم شرافت میں مشہور تھے۔ اور ان کا مقابل
خاندان سیاست میں مشہور تھا۔ یہ لفظ میں نے احتیاطاً کہا ہے، سیاست میں ۔۔ اسی طرح عرب
میں ایک خاندان تھا جو حسن میں مشہور تھا۔ اس کا نام تھا خاندان بنی ثقیف ۔۔ یاد رہے گا
آپ کو خاندان بنی ثقیف حسن میں مشہور تھے ۔۔ اور خاندان بنی کلاب یہ شجاعت میں مشہور تھا۔
یہ عرب کے مشہور خاندان تھے۔ اگر بہادر کا نام لو تو بنی کلاب سمجھے جاتے تھے ۔ اگر حسین کہو تو
بنی ثقیف سمجھے جاتے تھے ۔ اگر شریف کہو تو بنی ہاشم گنے جاتے تھے۔ اگر مکّار کہو تو....
پھر وہ ..... یہ تھے مشہور عرب کے خاندان ۔۔ تو بنی ثقیف کے خاندان کا رئیس اور جو
سینخ تھا اس کا ابو صرّہ نام تھا ۔ ابو مرّہ ثقفی ۔۔ حضرت ابوسفیان کی دوسری بیٹی،
ام حبیبہ کی سگی بہن ۔ ابو ذرہؑ ثقفی سے بیاہی ہوئی تھی تو ابو مرّہ ثقفی، خاندان ثقیف
کا سردار اور رسالتمآبؐ آپس میں کیا ہوئے بھئی ۔۔ بولو ۔ ہوں وہ آپس میں ہم زلف
ہوئے ۔ ایک بہن ابو مرّہ ثقفی کے گھر میں تھیں اور ایک بہن جناب رسالتمآبؐ کے گھر
میں ۔ آپ گھبرا تو نہیں گئے میری اس بات سے ۔ سن رہے ہو نا غور سے ۔ رسالتمآبؐ
کے گھر تو کوئی اولاد نہیں ہوئی جناب ام حبیبہ سے ۔ ابو مرّہ ثقفی کے گھر جو ابوسفیان کی
صاحبزادی تھی ان کے ایک لڑکی پیدا ہوئی ۔ سمجھے نا ۔ ایک لڑکی پیدا ہوئی ابو مرّہ ثقفی
کے گھر ۔ ابوسفیان کی بیٹی، امیر شام کی بہن، ان کے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام تھا لیلیٰ۔
اب یاد رکھیں گے نا ۔ لیلیٰ ابو مرّہ ثقفی کی بیٹی، ابوسفیان کی نواسی، امیر شام کی بھانجی
تھیں ۔ یہ یزید کی کیا ہوئیں؟ بولو نا؟ بولو بھئی ۔ امیر شام کی بھانجی تھیں یہ یزید کی
پھوپھی زاد بہن تھیں ۔ حقیقی پھوپھی زاد بہن، جناب لیلیٰ ۔ یہ ہوئیں جناب لیلیٰ ۔
اب یہ بات بھی آپ کی سمجھ میں آگئی نا ۔ ابو مرّہ ثقفی کی جو لڑکی تھی ان کا ابوسفیان سے
کیا رشتہ تھا بھئی؟ نواسی کا ۔ امیر شام کی کیا تھیں وہ؟ بھانجی ۔ یزید کی کیا تھیں؟

پھوپھی زاد بہن ۔کس خاندان سے تھیں ۔ بنو ثقیف سے ۔ بنو ثقیف کی صفت کس بات کی تھی ۔ ؟ حسن و جمال کی ۔ تو لیلیٰ اپنے زمانے میں رئیس بنی ثقیف کی بیٹی ہونے کی حیثیت سے ان تمام خوبیوں کی مالک تھیں جو اس خاندان کی تھیں ۔ سمجھ میں آ رہا ہے نا صاحبان کے ۔ جب یہ جوان ہوئیں لیلیٰ تو ان کے باپ کو شادی کی فکر ہوئی ۔ اس نے چاہا کہ میں اپنی لڑکی کی شادی کروں ۔ جہاں جہاں بیٹھے ہیں بڑے غور سے سُنتا بات کو ۔ وہ اپنے گھوڑے یا ناقے پہ سوار ہوا حضور اور مدینے آیا ۔ وہاں مدینے کی مسجد میں حضور سیدالشہداء امام حسینؑ سے اس کی ملاقات ہوئی اس ابو مرّہ ثقفی کی ۔ امام حسین علیہ السلام سے وہ ملا ۔ آ کے خدمت میں امام حسینؑ کی وہ بیٹھ گیا اور بیٹھ کے عرض کیا اس نے کہ قبلہ میں ایک دفعہ آپ کے نانا کے پاس بھی آیا تھا ۔ میں نے آپ کے نانا سے ایک حدیث سُنی تھی وہ مجھے پوری طرح یاد نہیں رہی ۔ میں آپ کو وہ سناتا ہوں ۔ اگر کہیں بھی بھول جاؤں تو قبلہ آپ اس کی تصحیح کر دیں ۔ آپ نے کہا ہاں سناؤ کیا ہے ؟ اس نے کہا آپ کے نانا نے یہ فرمایا تھا کہ اگر تمہیں کوئی مشکل پیش آئے تو ایسے شخص کے پاس جانا مشکل کو حل کرانے کے لئے جو تمہارے علاقے میں تمہاری دسترس میں سب سے زیادہ عالم ہو ۔ اس نے کہا یہ ٹھیک ہے ۔ وہ حدیث جو آپؐ نے فرمائی تھی ؟ ۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے تجھے صحیح یاد ہے ۔ یہی کہا تھا میرے ناناؐ نے ۔ اس نے کہا کہ قبلہ آگے بھی ہے ۔ کہ ہاں کیا ؟ کہ آگے فرمایا تھا آپ کے ناناؐ نے کہ اگر عالم تمہیں نہ مل سکے تو ایسے شخص کے پاس جانا جو حسب اور نسب میں سب سے زیادہ شریف ہو ۔ اس نے کہا ٹھیک ہے ؟ آپؑ نے فرمایا بالکل ٹھیک ہے ۔ تو نے ٹھیک کہا ۔ اس نے کہا حضور آگے یہ کہا تھا کہ اگر حسب نسب والا نہ ملے تو ایسے بندے کے پاس جانا جو سب سے زیادہ حسین ہو تیری نظروں میں ۔ آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے ۔

بالکل ٹھیک ۔ کہا حضور مجھے ایک کام ہے ۔ میں ایسے آدمی کے پاس بیٹھا ہوں جو علم میں بھی سب سے زیادہ ہے ، حسب نسب میں بھی سب سے بہتر ہے ، حسن میں بھی سب سے

بہتر ہے ۔ یہ تینوں صفتیں ہیں ۔ میری مشکل آپ حل کریں گے ۔ سُن لیا آپ نے ۔ آپؑ نے
اس کی یہ بات سُن کے اب اس سے یہ سوال کیا کہ ہم تم سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں ۔ اُس نے کہا
قبلہ فرمائیے کیا پوچھنا ہے ؟ کہ یہ بتلاؤ کہ دُنیا میں سب سے بڑا آدمی کونسا ہے ؟ میری بات
کو آپ حضرات سمجھ رہے ہیں ۔ اُس نے کہا حضور ، سب سے بڑا آدمی دنیا میں وہ ہے
جس کے پاس علم معہ حلم کے ۔ علم نہیں ۔ علم معہ حلم کے ۔ اس کے ساتھ بے صبری
ہو تو یہ علم کی توہین ہے ۔ علم ہو معہ حلم کے ۔ آپؑ نے فرمایا بے شک تم نے ٹھیک کہا ۔
اچھا ۔ اور اگر یہ نہ ہو کسی کے پاس پھر ؟ کہ قبلہ اس سے دوسرے نمبر پہ آدمی وُہ ہے جس کے
پاس دولت ہو معہ سخاوت کے ۔ آپ نے فرمایا ۔ اچھا بالکل ٹھیک کہا ۔ اگر یہ بھی نہ ہو
تو پھر ۔ کہ حضور تیسرے نمبر پر آدمی وُہ ہے ۔ جس کے پاس فقیری ہو معہ قناعت کے ۔
آپؑ نے فرمایا شاباش بالکل ٹھیک کہا تم نے ۔ بالکل درست ہے ۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو
کہ حضور اُس آدمی کو مرجانا چاہیئے ۔ اسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ۔ آپ نے ٹھیک
کہا ۔ تو نے بالکل صحیح جواب دیئے ۔ اَب بتاؤ تم کیا چاہتے ہو ہم سے ۔ ؟ کیا مانگنے آئے
ہو ۔ اس نے کہا مانگوں ؟ کہ ہاں ۔ میری بات قبول فرمائیں گے ۔ کہ بالکل ۔ کہ حضور
مجھے خدا نے ایک لڑکی دی ہے ۔ میں خاندان ثقیف کا رئیس ہوں ۔ میرے اور کوئی
اولاد نہیں ۔ میں حضور کی خدمت میں اس لیئے آیا ہوں ۔ میری تمنا یہ ہے کہ جیسی میری
لڑکی ہے ، داماد میرا وُہ ہو کہ میں دنیا کے سامنے فخر سے کہہ سکوں کہ آؤ دیکھو یہ ہے میرا داماد ۔
آپؑ نے فرمایا ، تم کیسے چاہتے ہو ؟ کہ حضور اگر میری لڑکی کو قبول فرمالیں ۔ آپؑ نے
فرمایا منظور ہے ۔ چنانچہ لیلیٰ کا عقد حضور سید الشہداء سے ہُوا ۔ توجہ فرمائیے ناصاحبان ۔
بات یہ میری ، غور فرما رہے ہیں ناحضور ۔ سید الشہداء کی پہلی بیوی جو تھیں والدہ امام زین العابدینؑ
وہ ایران کی شہزادی تھیں ۔ پھر عقد ہوا آپ کا لیلیٰ سے ۔ یہ قبیلہ بنی ثقیف کے سردار کی
بیٹی تھیں ۔ پھر عقد ہوا آپ کا رُباب سے جو جبل کے ایک رئیس امراؤ بن قیس کی بیٹی

تھیں ۔ بہر نوع حضور ۔ اس وقت میرا مطلب یہ سنانا تھا ۔ یہ بات یاد رہے گی نا آپ کو ۔ یاد رکھو گے نا اس کہانی کو ۔ انشاء اللہ یاد رہے گی ۔ لیلیٰ کا عقد ہو گیا حضور سید الشہداء کے ساتھ ۔ اللہ آپ کو سلامت رکھے ۔ خدا آپ کو خوش رکھے ۔ اب میری کہانی غور سے سنتے رہنا ۔ تاکہ وقت میں بات بھی ختم ہو سکے ۔ اور آپ بھی سُن لیں ۔ میرے محترم سامعین اور وہ محترم حضرات جو دھوپ میں بیٹھے ہیں مجھے ان کا بڑا احساس ہے ۔ مگر میں دھوپ میں بیٹھنے والو تم سے یہ بات کہتا ہوں ۔ تم تھوڑی دیر بیٹھو گے ۔ پھر اسکے بعد اُٹھ کے گھر چلے جاؤ گے ۔ اور حسینؑ کی شہزادی فاطمہ کبراؑ پورے چھ سال دھوپ میں بیٹھی ۔ چھ سال تک دھوپ میں بیٹھی رہی ۔ پورے چھ سال ۔ بہر نوع ۔ یہ غم حسینؑ دھوپ اور سایوں کو مٹا دیتا ہے ۔ ساری چیزیں ختم کر دیتا ہے ۔ تو میرے محترم سامعین! حضور سید الشہداء کو خدا نے جب پہلا بیٹا امام زین العابدینؑ عطا فرمایا پہلا فرزند تھا سید الشہداء کا امام زین العابدینؑ ۔ تو آپ نے اپنے بیٹے کا نام علیؑ رکھا ۔ اور بچے کو قطعۂ رومال میں لپیٹ کر مسجد میں لے آئے ۔ وہاں مسجد میں لٹا کر دو رکعت نماز پڑھی اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی امامؑ نے ۔ خداوندا یہ نعمت تو نے مجھے دی تھی ۔ میں تیرے ہی سپرد کرتا ہوں ۔ یہ کہہ کے مسجد میں لٹا چھوڑ کر بچے کو ، گھر آ گئے ۔ جب زین العابدین علیہ السلام پیدا ہوئے ، امیرالمومنینؑ اسوقت دنیا میں موجود تھے ۔ انہیں یہ معلوم ہوا ۔ مسجد میں گئے ۔ دو رکعت نماز پڑھی ۔ خداوندا حسینؑ تو تیرے سپرد کر گیا ۔ میں مانگنے آیا ہوں ۔ امام زین العابدینؑ کو جناب امیرؑ لے آئے ساتھ اور کہا کہ میں نے اسے خدا سے مانگ لیا ہے ۔ میں پالونگا ۔ یہ میرا بیٹا بن کے رہے گا ۔ میں پرورش کروں گا اس کی ۔ یہ تو امام زین العابدینؑ کی بات ہوئی ۔ اب تفصیل میں جاؤں تو بڑی دیر ہو جائے گی ۔ اس کے بعد آپ کے گھر بیٹیاں ہوئیں اس کے بعد جب دوسرا بیٹا پیدا ہوا جسے آپ علی اکبرؑ کہتے ہیں تو یہ بطن جناب سیدہ لیلیٰؑ سے پیدا ہوا ۔ جناب علی اکبرؑ جو لیلیٰؑ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے ۔ یہ بتاؤ علی اکبرؑ کا یزید

سے کیا رشتہ تھا۔ بولو۔ لیلیٰ تھی نا پھوپھی زاد بہن۔ علی اکبرؑ کیا ہوئے۔ یاد رکھنا اس بات کو۔ علی اکبرؑ کیا ہوئے یزید کے۔ ہیں؟ بھانجے۔ سمجھ رہے ہو نا صاحبان۔ اور دوسرا بچہ لیلیٰ کے بطن سے لڑکی پیدا ہوئی۔ جس کا نام ہے فاطمہ صغرا۔ ہیں۔ فاطمہ صغراؑ کیا ہوئیں یزید کی۔؟ بولو نا بھئی؟ بھانجی۔ یاد رکھو گے اس بات کو۔ اس بات کو تم نے یاد رکھا تو ساتھ ساتھ یہ بھی یاد رکھنا۔ جب حسینؑ جانے لگے کربلا تو آپ نے حکم دیا فاطمہ صغراؑ ہمارے ساتھ نہیں جا سکتی۔ اسے ہم ساتھ نہیں لے جائیں گے۔ پوچھا بیبیوں نے کیوں؟ کہ یہ یزید کی بھانجی ہوتی ہیں۔ اگر یہ قید ہو کے دربار یزید میں گئی اور یزید نے بھانجی کے رشتے کی وجہ سے اسے قیدیوں سے جدا کر دیا۔ محل میں بھیج دیا۔ نیک نیتی سے بھانجی سمجھ کے۔ بھیج دیا محل میں۔ قیامت تک ہمارے دشمن ہمارے شیعوں کو یہ طعنہ دیا کریں گے۔ اس لیئے اس لڑکی کو لے جانا مصلحت کے خلاف ہے۔ اسے ہم نہیں لے جائیں گے اب سمجھے آپ فاطمہ صغراؑ کو کیوں چھوڑا تھا۔ ورنہ بیماری حسینؑ کے لیئے کیا شے ہے۔ اب آپ ذہن میں آ گئی بات۔ جب شہزادہ علی اکبرؑ پیدا ہوئے۔ دوسرے فرزند تو حسب عادت حسینؑ نے اس بیٹے کو بھی لے جا کر مسجد میں لٹا دیا۔ وہی دو رکعت نماز پڑھی۔ وہی دُعا کی خداوندا تو نے یہ نعمت مجھے دی تھی۔ میں تیرے سپرد کرتا ہوں۔ اس وقت امیرالمومنین تو تھے نہیں۔ حسینؑ تو مسجد میں لٹا کے چلے آئے۔ اور برقعہ پہن کر زینبؑ گئیں مسجد میں۔ اور جا کے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی اور بچے کو اٹھا لیا۔ خداوندا اسے میں مانگتی ہوں علی اکبرؑ زینب لے آئیں مانگ کے۔ اچھا تم جانو اور تمہارا بچہ جانے۔ جناب علی اکبرؑ، زینبؑ کی گود میں پلے۔ زینبؑ کی گود میں پرورش پائی، زینبؑ کے پاس رہے۔ یہاں تک کہ جس طرح امام زین العابدینؑ، علی ابن حسینؑ کہلاتے ہیں۔ علی اکبرؑ، علی ابنِ زینبؑ مشہور ہو گئے۔ زینبؑ کا بیٹا علی اکبرؑ۔ زینبؑ کے بیٹے مشہور ہو گئے۔ اٹھنا زینبؑ کے ساتھ کھانا پینا زینبؑ کے ساتھ۔ گود میں زینبؑ کی۔ اگر کوئی شے مانگنی تو زینبؑ سے۔ کوئی

ضد کرتی ہو جناب زینبؑ سے ۔ بالکل سو فیصد اس شہزادہ کا تعلق جناب زینبؑ سے تھا۔ میری بات سن رہے ہیں صاحبان ۔ اللہ تمہیں سلامت رکھے ۔ امام حسینؑ اکثر زینبؑ سے کہا کرتے تھے بہن میرا دل چاہتا ہے کہ تمہارا بیٹا مجھ سے بھی کوئی شے مانگے۔ زینبؑ جواب میں کہتیں ۔ میرا بیٹا غیرت دار ہے ۔ وہ کیوں مانگے ۔ میں موجود ہوں ۔ کبھی علی اکبرؑ نے حسینؑ سے کوئی سوال نہ کیا ۔ حسینؑ کے دل میں یہ تمنا تھی کہ یہ مجھ سے کچھ مانگے ۔ مجھ سے کوئی سوال کرے ۔ مگر سب مانگتا زینبؑ سے ۔ جو سوال کرتا زینبؑ سے ۔ جو عرض کرتا زینبؑ سے ۔ ان کا نام ہی قبیلہ دنیا میں علی ابن زینبؑ مشہور تھا ۔ کون ہیں علی اکبرؑ ۔ زینبؑ کے بیٹے ہیں ۔ حسینؑ کے بیٹے نہیں کہلاتے تھے ۔ علی ابن زینبؑ کہلاتے تھے ، باہر جانے لگتے تھے یا گھر سے تو زینبؑ بازو پکڑ کے دعائیں کرتی تھیں میرے بچے کو کسی کی نظر نہ لگ جائے ۔ مشہور عربی کا محاورہ ہے ۔ علی اکبرؑ سے زینبؑ کہا کرتی تھیں کہ بیٹا اس طرح نہ چلا کر ، یہ بالکل علیؑ کی چال ہے ، ادھر اُدھر چلا کر ۔ اس طرح پالتی تھیں ۔ سترھواں سال تھا کہ مدینے سے روانہ ہو گئے چلے ۔ سنو گے ۔ اور آپ سنیں گے تو حیران ہوں گے ۔ حیران کیا اس خاندان کی ساری باتیں ہی ایسی ہیں ۔ جب آل محمدؐ کی خواتین ، مدینے میں سوار ہونے لگیں اپنی سواریوں پہ تو اسوقت عصر کا وقت تھا ۔ ۲۸ رجب تھی ۔ سنو گے مسلمانو ۔ ایک ایک ناقہ آتا تھا دروازے پہ ۔ اور آواز آتی تھی " مادرِ قاسمؑ کی سواری حاضر ہے " ۔ اور مادرِ قاسمؑ آتی تھیں ۔ قاسمؑ سلام کر کے انہیں سوار کراتے تھے ۔ پھر آواز آتی تھی فلاں خاتون ۔ فلاں خاتون ، اور اس خاتون کے متعلقین سوار کراتے ۔ سب سے آخر میں کالے پردوں والی محمل دروازے پہ آئی ، ناقہ بٹھایا گیا ۔ اسوقت سیدالشہداءؑ مسجد میں بیٹھے تھے ۔ اصحابِ رسولؐ سے گفتگو فرما رہے تھے ۔ آپ نے پاس بیٹھنے والوں سے فرمایا ۔ بھائیو ذرا مجھے اجازت دو میں خود کھڑے ہو کر زینبؑ کو سوار کراؤں گا ۔ امامؑ خود تشریف لائے اور قمر بنی ہاشمؑ نے آواز دی ۔ محلے والو ، اب زینبؑ سوار ہو رہی ہے ۔ اور دیکھو کوئی شخص

سواری پہ چڑھ کر زمین سے نہ گذرنے پائے ۔ کوئی آدمی چھت پہ نہ چڑھنے پائے ۔ محفل میں شور نہ ہو ۔ خبردار جو کسی نے کوئی ایسی بات کی ۔ اس طرح ایک ایک خاتون سوار ہو رہی تھی امام خود آئے بہن کو سوار کرانے ۔ جب آپؑ آئے ہیں سوار کرانے بہن کو ایک بازو زینبؑ کا حسینؑ نے ایک بازو علی اکبرؑ نے ہاتھ میں لیا ۔ اس طرح دروازے تک آئیں ۔ اور جب دروازے پہ پہنچی ہیں اس طرح تو یہ پہلا موقعہ ہے کہ زینبؑ نے اپنی زندگی میں علی اکبرؑ سے کہا کہ بیٹا میرا بازو چھوڑ دو ۔ علی اکبرؑ نے چھوڑ دیا ۔ پھر حسینؑ سے کہا آپ بھی چھوڑ دیں ۔ انہوں نے بھی چھوڑ دیا ۔ بہن کیا بات ہے ؟ کہ بس میری منشا یہی ہے مجھے سوار کرانے کے لئے زین العابدین کو بھیجو ۔ اور حضور امام زین العابدینؑ آگئے ۔ کہا بیٹا تم مجھے خود سوار کراؤ ۔ میرا تمہارا ساتھ ہے ۔ سوار ہوگئے روانگی ہوگئی ۔ اور سید الشہدا نے حکم دیا کہ میرے باپ کے گھوڑوں میں سے جو سب سے شریف ترین گھوڑا ہو وہ زین العابدین کی سواری کے لئے مخصوص کیا جائے ۔ خاص طور پر زین بنایا گیا تھا ۔ امام زین العابدینؑ کے لئے ۔ نہایت نرم و نازک تھا ۔ تاکہ سوار ہو کر کوئی تکلیف نہ ہو ۔ گھوڑے کو خاص طور پہ سکھایا گیا تھا کہ وہ اشارے کے مطابق چلے ۔ لوگوں نے عرض کیا قبلہ ۔ آپ اور بیٹوں کی پرواہ نہیں کرتے زین العابدین کی بڑی پرواہ کرتے ہیں ۔ امام نے جواب میں فرمایا کہ بھائی بات یہ ہے کہ اس کی ماں ایران کی شہزادی تھیں ۔ اس کے بدن میں شاہی خون ہے ۔ اس کا مزاج شہنشاہی ہے ۔ یہ کوئی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا ۔ اس کا شاہی مزاج ہے ۔ شاہی مزاج تکلیف برداشت نہیں کر سکتا ۔ اس لئے میں نے یہ انتظام کیا ہے کہ شاہی مزاج کو کوئی تکلیف نہ ہو ۔ اور بات آگئی زبان پہ ۔ وہ بھی کہتا چلوں ۔ جب زبان پہ بات آئی ہے تو تمہیں سنا دوں ۔ گھر میں یہ حکم تھا ۔ اب سننا بڑے غور سے ۔ گھر میں یہ حکم تھا مستورات سے سید الشہدا امام حسینؑ کا کہ دیکھو بیبیو ۔ دیکھو میری بہنو ۔ گھر کے اندر جب زین العابدین بیٹھے ہوں تو گھر کے اندر کبھی کسی کا سر نہ کھلنے پائے ۔ میرے

بیٹے کا شاہی مزاج ہے یہ برداشت نہ کرسکے گا۔ اس کا شاہی مزاج اس چیز کو برداشت نہیں کرسکتا۔ اور اس محفل میں میری، جتنے نوجوان بیٹھے ہیں۔ ہمارے خون میں اب وہ ولولہ نہیں رہا۔ ہمارے خون میں اب وہ حرارت نہیں رہی ہے۔ نوجوانوں سے معافی مانگ کر۔ ان کے خون میں گرمی ہوتی ہے نوجوانوں کے۔ ان سے میں معافی چاہ کر یہ بات سنانا چاہتا ہوں۔ نوجوانو! ذرا غور سے سُننا میری بات کو۔ تمہارے خون میں گرمی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ میں بھی نوجوان تھا۔ آج سے اکیس سال پہلے کی بات ہے اور میں دکن گیا تھا۔ وہاں میں نے یہ واقعہ پڑھا جو ابھی تمہیں سناتا ہوں تو نوجوانوں نے چاقو مار لئے تھے۔ پھر میں نے پڑھنا چھوڑ دیا اس واقعہ کو۔ اب میں اسے نرم کر کے پڑھتا ہوں۔ نوجوانوں سے ڈر کے۔ امام زین العابدینؑ کا واقعہ تمہیں سناتا ہوں۔ امام زین العابدینؑ روانہ ہوئے مدینے سے تو بالکل ۲۲ سال کے تندرست جوان شہزادہ۔ امامؑ نے چہرے پر نقاب ڈلوادی۔ اور کسی کے نہیں۔ لوگوں نے کہا قبلہ ان کے چہرے پر نقاب کیوں ڈلوادی۔ فرمایا یہ شہزادہ ہے۔ اس کے بدن میں شاہی خون ہے اور شاہی خون بازاروں میں بے نقاب نہیں چل سکتا۔ میں کس طرح تمہیں وہ منظر سناؤں۔ باپ کے ساتھ ساتھ گھوڑے پر زین العابدین سوار۔ کربلا پہنچے۔ حسینؑ سے دوسرے نمبر کا انسان امام زین العابدینؑ۔ چوتھا امام۔ وہی اعزاز تھا جو حسینؑ کے دوسرے نمبر کا ہونا چاہیے۔ توجہ ہے ناصاحبان۔ میرے محترم سامعین، نویں تاریخ آئی محرّم کی۔ نو کی شام کو امام زین العابدینؑ کو بخار ہوا ۔ یہ غشی کب تک رہی؟ دسویں کی شام تک۔ اللہ نے یہ انتظام کیا تھا۔ اسواسطے یہ غشی مسلّط کردی تھی کہ امام کی ھل من ناصر کی آواز ان کے کانوں تک نہ پہنچے۔ ورنہ جہاد فرض ہوجاتا اور امامت کا سلسلہ ختم ہوجاتا۔ جب بخار ہوا۔ آپ اپنے بستر پر لیٹے ہوئے تھے بخار انتہا کا تھا۔ غشی کا عالم اور ایک سندھی خاتون جو آپ کی ماں کے ساتھ گئیں تھیں،

شہربانو کے ۔ وہ آپ کی دایہ تھیں ۔ تیمار دار تھیں ۔ اسے امام زین العابدینؑ کی امّاں کہتے تھے۔ وہ پاس بیٹھی تھیں ۔ جب رات کے نو دس بجے تو آپ نے سُنا ۔ سیّدالشہداؑ نے اپنے خیمے میں اپنے ساتھیوں کو بلا کے ایک کانفرنس کی اور اس میں یہ فرمایا ۔ آپؑ نے اپنے ساتھیوں سے کہ تم جا سکتے ہو ۔ سُنا ہے نا آپ نے؟ یہ نہیں کہا تم جاؤ ۔ اگر کہتے جاؤ ۔ پھر وہ رُک نہ سکتے ۔ پھر انہیں جانا پڑتا ۔ یہ نہیں کہا، یہ کہا کہ تم جا سکتے ہو ۔ تمہاری مرضی ۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ ہم نہیں جائیں گے، جو آپ نے سُنا ہے ۔ تو امامؑ نے فرمایا ۔ اچھا تم ایک کام کرو ۔ اپنے خیمے اکھاڑ دو جہاں جہاں لگے ہوئے ہیں ۔ اور سیدانیوں کے خیموں کے چاروں طرف لگاؤ ۔ سن رہے ہو ۔ تاکہ سادات کے خیموں کی رات میں حفاظت ہو سکے ۔ اور یہ بے حیا فوج اگر رات میں حملہ کرنا چاہے تو ان ساداتؑ کی حفاظت ہو سکے ۔ چنانچہ سب اصحاب کے خیمے اُکھڑ کے چاروں طرف لگ گئے ۔ میری بات سُن رہے ہو نا غور سے ۔ انہوں نے اپنے خیموں میں بیٹھ کے قرآن پڑھنا شروع کر دیا ۔ مُناجاتیں پڑھنا شروع کر دیں ۔ مذہبِ اہلبیتؑ کے قصیدے پڑھنا شروع کر دیئے ۔ مرنے کی عید ہو رہی تھی ۔ ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے کہ بھئی مبارک ہو ۔ کل مرنا ہے ۔ رات کے ایک بجے کا وقت اور ان کے خیموں سے آوازیں آ رہی تھیں قرآن کی ۔ حدیث کی ، مناجاتوں کی ۔ تم تیار ہونا ۔ اب بات جو میں کہنا چاہتا ہوں ۔ جب ان کی آوازیں بلند ہوئیں ۔ خیموں میں قرآن پڑھنے کی ۔ مناجات پڑھنے کی اسوقت امام زین العابدینؑ کو غشی سے آفاقہ ہوا ۔ آپ ذرا بیدار ہوئے ۔ بیدار ہو کے پوچھا اپنے تیماردار سے کہ کس کی آواز میں سُن رہا ہوں ۔ تو خاتون نے کہا کہ جو ہمارے اصحاب ہیں ۔ جو ہمارے جانثار ہیں ۔ وہ اپنے خیموں میں قرآن پڑھ رہے ہیں ۔ دعائیں مانگ رہے ہیں ۔ ان کی آواز آ رہی ہے یہ ۔ آپؑ نے فرمایا اچھا ۔ اور میرے ابّا کہاں ہیں ۔ کہ وہ وہاں مصلّے پہ بیٹھے ہیں ۔ کہ تم جاؤ اور میرے ابّا کو یہ کہو کہ بیٹے کو غشی سے افاقہ ہے

اور آپ کو سلام کہتا ہے۔ اس خاتون نے آ کے امام کو سلام پہنچایا۔ امامؑ مصلّے سے اٹھے اور سیدھے بیمار کے خیمے میں گئے۔ امام زین العابدینؑ تعظیم کو اٹھے۔ امام نے بٹھایا۔ نبض دیکھی۔ پیشانی پہ ہاتھ رکھا۔ بیٹا بخار کا کیا حال ہے؟ طبیعت کیسی ہے؟ بیٹا جلدی جلدی اچھے ہو جاؤ۔ بڑا کام کرنا ہے۔ میں مومنین کو یہ بات کہتا ہوں۔ جس کسی کو پریشانی ہو یہ دعا پڑھ لیا کرے۔ چھوٹی سی دعا ہے۔ کتابوں میں لکھی ہے۔ وہ دعا تعلیم کی۔ جب یہ باتیں ہو چکیں تو امامؑ نے پوچھا۔ بیٹا تم نے مجھے کیوں یاد کیا تھا اس وقت۔ کہ ابا ایک بات عرض کرنی ہے۔ ہاں کہو بیٹا۔ یہ جو ہمارے اصحاب ہیں۔ یہ جو ہماری فوج ہے۔ جو ہمارے سپاہی ہیں۔ جو ہمارے مددگار ہیں۔ یہ ہمارے محسن ہیں۔ میں قیامت تک ان کا احسان مند رہوں گا۔ ان کے ہم شکرگزار ہیں۔ اور ابا ان کی آخری خدمت جو ہے دفن کی وہ تو میں کروں گا۔ اور میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ ان میں سے ہر ایک کی قبر پہ کھڑا ہو کے میں کہونگا۔ میرے ماں باپ تجھ پہ قربان ہوں۔ تم ہمارے محسن ہو۔ تم نے ہماری بڑی مدد کی ہے۔ ہاں بیٹا ٹھیک کہتے ہو یہ ہمارے بڑے محسن ہیں۔ کہ قبلہ ان تمام باتوں کے باوجود میں جو عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ بات ہے یہ سب کچھ صحیح مگر ہیں تو نامحرم۔ ان کی آواز ہمارے زنانے خیموں میں آتی ہے۔ ممکن ہے ہماری عورتوں کی آواز وہاں جا رہی ہو۔ ان کے خیمے ذرا فاصلے پہ نہیں ہو سکتے۔ یہ کہنا تھا کہ امامؑ بیٹھے تھے۔ اُٹھے۔ سیدالشہداء پھر بیٹھے۔ پھر اٹھے۔ پانچ چھ مرتبہ کبھی اُٹھے، کبھی بیٹھے۔ گھبرا کے کہتے ہیں بیٹے سے، بیٹا زین العابدینؑ۔ آج کی رات تو یونہی رہنے دو۔ کل جو رات آئے گی، تم جانو اور خیمے۔ ایک دفعہ پھر غش آ گیا امام زین العابدینؑ کو۔ اس غش سے کب افاقہ ہوا، یہ پھر بتاؤں گا۔ اب آرام آرام سے سنتے چلیں کہانی کی طرح۔ اور میرے معزز سامعین ہر سال میں حاضر ہوتا ہوں۔ پتہ نہیں اگلے سال آنا ہو۔ ممکن ہے یہ آپ کی آخری زیارت ہو۔ میں آپ سے بڑے خلوص سے یہ معافی مانگتا ہوں۔ یہ میں آپ کو اپنے گھر کی کہانی سنا رہا ہوں۔ میں شرمندہ ہوتا ہوں، مجبوری بن گئی۔

کہانی ایسی ہے میں کیا کروں ۔ دل نہیں چاہتا سنانے کو ۔ مگر کہانی ایسی ہے ۔ بات کو میری سنوگے؟ امامؑ کی فوج میں جو موذن تھے ان کا نام تھا حجاج ابن سعود ۔ جب صبح ہوئی تو وہ اذان کے لیئے اٹھے ۔ امامؑ نے فرمایا ۔ حجاج بھائی آج تم اذان نہ کہو ۔ انہوں نے کہا بہت اچھا ۔ اور آپ نے فرمایا علی اکبرؑ بیٹا آج تم اذان کہو ۔ شہزادہ علی اکبرؑ نے اذان کہی ۔ اُدھر کہا اللہ اکبر ۔ ادھر لوگوں کے کانوں میں رسُول کی آواز گونجی اور تمام خواتین خیموں سے نکل کر باہر آگئیں ۔ اور زینبؑ نے حکم دیا بی بیو خاموشی سے اذان سنو ۔ اس کے بعد یہ آواز نہ سُن سکوگی ۔ اذان ہوئی ۔ نماز ہوئی ۔ اور اس کے بعد امامؑ نے تیاری کی، رخصت ہوئے ۔ میدان میں آگئے ۔ میں مختصر کرتا جا رہا ہوں اب بات کو ۔ چند لمحوں میں تیاری ہونے لگی میدان کی ۔ اور سیّدالشہداؑ کے کان میں آواز آتی رہی ۔ مولا میں گر گیا ۔ میرے آقا میں گر گیا ۔ اور ہر آواز پہ امامؑ جاتے رہے ۔ جب تقریباً قریب قریب پچاس لاشیں حسینؑ اٹھا چکے تو اسوقت ایک بج گیا ۔ پچاس لاشیں اٹھانے کے بعد ۔ حسینؑ کے صحابیوں میں ایک صحابی تھے مسیّب کے رہنے والے ۔ سعیدؓ نام تھا ۔ بڈھے آدمی تھے ۔ وہ آئے مولاؑ کے سامنے اور کہنے لگے قبلہ ظہر کا وقت ہے ۔ آپ نے فرمایا ہاں ۔ خدا تجھے نمازیوں میں محشور کرے ظہر کا وقت ہے ۔ کیا چاہتا ہے تو سعید؟ کہ قبلہ یہ میری آخری نماز ہے ۔ میں آپکے ساتھ جماعت سے پڑھنا چاہتا ہوں ۔ چند ساتھی جو باقی رہ گئے تھے بیٹھ کے سب نے تیمم کیا اور آپؑ نے فرمایا اس فوج سے کہدو کہ چند منٹ کے لیئے تیر روک دے ۔ ہم یہ جماعت کی آخری نماز پڑھ لیں ۔ فوج نے تیر نہ روکے ۔ صف بن گئی ۔ اور یہ سعیدؓ صف میں سے نکلے، جنہوں نے نماز کا کہا تھا ۔ کہا مولاؑ آپ نماز پڑھائیں میں سامنے کھڑا ہوں ۔ کہ کیوں؟ کہ میں آپ تک کوئی تیر نہیں آنے دوں گا ۔ ادھر سے تیر آتے رہے ۔ اُدھر سے یہ سعیدؓ پسلیوں پر تیر روکتا رہا ۔ تمام تیر گھس گئے بدن میں ۔ اِدھر امامؑ نے سلام پھیرا ۔ اِدھر یہ گرا گود میں معہ ان تیروں کے ۔ اور گر کر پوچھتا ہے (ھل وفیتُ یابن رسول اللہ ۔)

رسولؐ کے بیٹے آپ مجھ سے راضی ہیں۔ میری نماز ہوگئی ہے قبلہ؟ اور امامؑ جواب میں فرماتے ہیں انتَ اماماً فی الجنتہ سعیدؓ میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں۔ جب میں جنت میں جاؤں گا تو میرے آگے آگے چلے گا۔ سعیدؓ نے فرمائش کی۔ قبلہ اگر میں وہاں آگے چلوں گا تو میری ایک فرمائش ہے۔ کیا؟ کہ یہ تیر میرے بدن سے نہ نکالنا۔ میں ان تیروں سمیت تیرے نانا کے سلام کو جاؤں گا۔ اسی طرح جنت میں جاؤں گا ان تیروں سمیت اور اس کے بعد سعیدؓ گود میں لیٹے ہیں۔ ایک دم کہنے لگے قبلہ یہ کسی نے میرا سر اپنی گود میں لے لیا ہے ــ امامؑ نے فرمایا سعیدؓ میرا سلام کہو یہ میرے ناناؐ آگئے ہیں۔ قبلہ یہ کوئی میرے سینے پہ ہاتھ پھیر رہا ہے کہ میرے بابا حیدر کرارؑ ہیں۔ یہ کوئی میرے ہاتھ دبا رہا ہے۔ کہا یہ میرے بھائی حسنؑ آگئے۔ اور ایک دفعہ گھبرا کے سعیدؓ نے کہا یہ میرے پیروں کے پاس کوئی آگیا۔ امامؑ نے فرمایا سعیدؓ ذرا پاؤں ہٹا دو میری اماں آگئیں۔ میری اماں ہیں۔ اور میرے معزز سامعین! سعیدؓ کی شہادت ہوگئی۔ اس واقعہ کو مولانا روم نے اپنی مثنوی میں نظم کیا ہے انہوں نے نماز کی بجائے یہ کام کیا تھا۔ اس بات کو مولانا روم مثنوی میں لکھتے ہیں ؎

نمازِ ظاہری ذکر و سجود است ، ❊ نمازِ عاشقاں ترکِ وجود است

یہ ذکر اور سجدے، یہ ظاہری نماز ہے ، وہ عاشقوں کی نماز تھی جو تیر کھا کے گرے ،

میں نے جب کربلائے معلّٰی میں محرّم کیا تھا نا بھائی تو دسویں محرّم کو ہزاروں قافلے ماتمی آئے تھے۔ ایک دروازے سے آتے تھے تو دوسرے سے نکل جاتے تھے۔ ایک بجے ظہر کے وقت ایک قافلہ آیا۔ پچیس تیس جوانوں کا۔ کُرتے انہوں نے اتارے ہوئے تھے۔ حسینؑ حسینؑ ـ ماتم کرتے ہوئے حرم میں داخل ہوئے۔ اور تمام لوگوں نے انہیں راستہ دے دیا۔ وہ آ کے ضریح کے چاروں طرف کھڑے ہو گئے۔ ایک ہاتھ سے ضریح پکڑ لی اور ایک ہاتھ سے ماتم شروع کر دیا۔ تمام حرم میں کہرام مچا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو مجھے بتایا کہ یہ سعیدؓ، جنہوں نے نماز پڑھائی تھی۔ یہ اسکی اولاد ہیں۔ یہ ہر سال

ظہر کے وقت آتے ہیں یہاں۔ اب ان کا نوحہ سُنو یہ کیا نوحہ پڑھ رہے ہیں ۔ اور وہ نوحہ میں کہہ رہے تھے ۔ حسینؑ ظہر کا وقت ہے اٹھو۔ سعیدؑ کی اولاد حاضر ہے ۔ اور اسی نماز کے وقت حضرت حبیبؓ بھی شہید ہو گئے۔ اصحاب سب شہید ہو گئے۔ اب باری اولاد کی آ گئی۔ اور مولاؑ، آقا کی آواز آنی بند ہو گئی ۔ اب صرف اولاد باقی رہ گئی بنی ہاشمؑ کی ۔ یہ باقی رہ گئے صرف تو امامؑ نے جوان کے سامنے کھڑے ہوئے تھے مُسلم کے بچے عقیل کے بچے ۔ حضرت مسلم کے بھائی جناب عباس چاروں بھائی سمیت ، جناب امیرؑ کے دوسرے صاحبزادے ، امام حسنؑ کے بیٹے ، یعنی اولاد بنی ہاشم ۔ یہ سامنے کھڑے ہوئے امام نے ایک نظر سب پر ڈال کر اور خود فرمایا " سبقی یا بنیّہ " ان سب سے پہلے بیٹا علی اکبرؑ تم جاؤ میدان میں ۔ میں یہ نہیں گوارا کرتا کہ دوسرے بچے شہید ہو جائیں اور میرا بیٹا بچ جائے ۔ سب سے پہلے تم جاؤ بیٹیا ۔ بس اس حکم کا ہونا تھا علی اکبرؑ روانہ ہو گئے ۔ ابھی دس بیس قدم گئے ہوں گے کہ امامؑ نے آواز دی واپس آؤ ۔ علی اکبرؑ واپس آئے ۔ حکم ؟ کہ جانے سے پہلے خیمہ میں جاؤ ۔ ماں کو سلام کرو ، پھوپھی سے ملو ۔ بہنوں سے رخصت ہو ۔ پھر جانا ۔ علی اکبرؑ نے گھوڑا وہیں چھوڑا ۔ اتر کے گھوڑے سے خیمے میں گئے ، اور امامؑ ساتھ گئے ۔ امامؑ ساتھ گئے ۔ سُنو جہاں جہاں بیٹھے ہو ۔ سب سے پہلے ماں کے پاس گئے لیلیٰؑ کے ۔ اور جا کے سلام کیا ۔ امّاں سلام ۔ جو جو مستورات میری بات سُن رہی ہوں عورتیں ، وہ بھی سُن لیں ۔ اور مرد بھی سُن لیں کہ لیلیٰؑ جواب کیا دیتی ہے ؟ لیلیٰؑ کہتی کیا ہے سلام کے جواب میں ۔ اکبر بیٹا تم ابھی زندہ ہو ؟ میں تو منّت مانے بیٹھی ہوں میرا لال کہ تیری میّت آئے تو شکریے کی نماز پڑھوں ۔ سنو علی اکبرؑ بیٹیا ۔ میرا معاملہ بڑا نازک ہے بیٹیا ۔ میرا اس کم بخت سے رشتہ ہے یزید سے ۔ تجھے پتہ ہے یا نہیں ؟ اگر تو کسی سے پیچھے رہ گیا چاہے کسی اور وجہ سے رہ جائے ۔ کہیں دنیا یہ نہ کہہ دے کہ ماں نے ۔ ۔ لیا ہو گا ۔ بیٹا تیری ماں کی عزّت کا سوال ہے ۔ جلدی جا ۔ اور بیٹے نے کہا امّاں میں جا رہا ہوں ۔ تم فکر مت کرو ۔

یہ کہہ کے آئے پھوپھی کے پاس۔ باپ نے فرمایا زینبؑ سے بہن زینبؑ، اکبرؑ تم سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کچھ بات کرنے آئے ہیں۔ آج میں سننا چاہتا ہوں کہ پھوپھی بھتیجے میں کیا بات ہوتی ہے۔ زینبؑ ذرا سنبھل کر بات کرنا آج۔ علی اکبرؑ گئے۔ اماں سلام زینبؑ نے دعائیں دیں۔ لیٹ گئے۔ گود میں سر رکھدیا پھوپھی کے۔ اور پھوپھی نے پیار سے سر پہ ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔ امامؑ دیکھ رہے ہیں کہ بات کیا ہوگی۔ بات کیا کی بیٹے نے اماں۔ بیٹا۔ میں نے ساری عمر کبھی کوئی بات پوچھی تو آپ سے۔ کوئی مسئلہ پوچھا تو آپ سے۔ سیکھا تو آپ سے۔ کوئی سوال کیا تو آپ سے۔ آج میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں۔ اور زینبؑ کہتی ہے ہاں بیٹا پوچھو کیا پوچھنا ہے۔ کرو سوال۔ کہ اماں یہ بتلاؤ کہ خدا کی نظروں میں آپ کا مرتبہ زیادہ ہے یا دادی فاطمہؑ کا۔ اور زینبؑ جواب میں کہتی ہے کہ بیٹا۔ اتنے سمجھ دار ہو کے یہ کیا پوچھ رہے ہو۔ میں تو فاطمہؑ کی ادنیٰ کنیز ہوں۔ میں کہاں۔ فاطمہؑ کہاں۔ جب زینبؑ نے یہ کہا تو اُٹھ کے بیٹھ گئے، اور بیٹھ کے کہتے ہیں اماں۔ اگر یہ بات ہے کہ دادی فاطمہؑ کا مرتبہ بہت زیادہ ہے آپ سے تو آج ایک کام تو کر دو۔ کیا بیٹا؟ کہ آج فاطمہؑ کے بیٹے پہ اپنے بیٹے کو قربان کر دو۔ اور امامؑ نے فرمایا۔ زینبؑ میں نہ کہتا تھا ذرا سنبھل کے بات کرنا۔ اب بتاؤ کیا جواب دوگی؟ زینبؑ نے سر جھکا لیا۔ اور دونوں بہن بھائیوں نے کھڑے ہوکر لباس پہنایا اور اکبرؑ کو رخصت کیا۔ خیمے سے۔ خود فوجِ یزید اس بات کی راوی ہے۔ ہم غور سے دیکھ رہے تھے حسینؑ کے خیمے کا پردہ کبھی اُٹھتا، کبھی گرتا تھا۔ بڑی دیر لگ گئی۔ تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ علی اکبرؑ رخصت ہو کے گھر سے جب باہر نکلنے لگتے ہیں کبھی کوئی بہن آ کے دامن پکڑ لیتی ہے۔ کبھی کوئی پھوپھی روک لیتی ہے۔ کبھی چچی روک لیتی ہے۔ جب بڑی دیر ہوگئی تو امامؑ نے فرمایا "بی بیو مسافر کا راستہ نہ روکو"۔ اکبرؑ کو جانے دو۔ بی بیاں دم بخود ہوگئیں۔ علی اکبرؑ آخری مرتبہ روانہ ہوتے۔ تو جہاں جہاں بیٹھے ہو

صاحبو۔ اُب کے جو چلے ہیں آخری مرتبہ تو ایسا منظر بن گیا کہ حسینؑ جیسا صابر بھی آنکھوں پہ رومال رکھ کے باہر آگیا۔ دیکھ نہ سکا اس منظر کو۔ وہ یہ تھا کہ اکبرؑ روانہ ہوئے کانوں میں ایک آواز آئی۔ اکبر ہم سے نہیں ملنا۔ اب جو مڑ کے دیکھا تو بیمار بھائی چلا آرہا تھا۔ اور دونوں بھائی ایک دوسرے کے گلے لگ گئے۔ اب یہ منظر حسینؑ بھی نہ دیکھ سکے۔ باہر آئے۔ اور بس بھائیو اب میں مختصر کردوں۔ میں بھی تھک گیا ہوں۔ بھائی سے رخصت ہو کے علی اکبرؑ باہر آئے۔ کس کس بات کو کہوں اور کیا کیا کہوں جوانو! نوجوانو تم نے ماتم کرنا ہے اور میرا ذاتی ایمان ہے کہ بیس صفر کی چہلم کی مجلس میں چاہے وہ کہیں بھی ہو دو معصوم ضرور آتے ہیں۔ ایک امام زین العابدینؑ اور ایک جناب زینبؑ۔ اور بی بی زینبؑ سے آپ کی سفارش ہے کہ بی بی آج یہ شاہ جن چراغ میں مجلس ہو رہی ہے۔ میں ان سادات کی اجازت سے جنہوں نے یہ مجلس کی ہے۔ یہ اعلان کرتا ہوں کہ ہم تیرے علی اکبرؑ کا چہلم کر رہے ہیں تاکہ ہماری یہ مجلس اکبرؑ کی مجلس ہو جائے۔ باہر نکلے اور امامؑ نے خود گھوڑے کی رکاب پکڑ کے سوار کرایا۔ سوار ہوئے۔ چلے۔ پیچھے پیچھے حسینؑ اور آگے آگے اکبرؑ۔ جب دس بیس قدم چلے۔ گھوڑا رکا۔ بابا میں نہ جاؤں؟ آپ کیوں آرہے ہیں؟ حسینؑ نے بس ایک جواب دیا۔ علی اکبرؑ بیٹا، تمہیں میرے دل کا اندازہ نہیں۔ تمہارے کوئی جوان بیٹا جو نہیں۔ حسینؑ بیٹھ گئے۔ اکبر چلے گئے۔ اب میں اپنی وہ مختصر گفتگو کرتا ہوں۔ اکبرؑ میدان میں، حسینؑ ربت کے ٹیلے پہ۔ زینبؑ دروازے میں۔ لیلیٰ مصلے پہ۔ لیلیٰ کی نظر زینبؑ پہ۔ زینبؑ کی نظر حسینؑ پہ، حسینؑ کی نظر اکبرؑ پہ۔ اکبرؑ کی نظر فوجوں پر۔ سن رہے ہو نا میری بات کو؟ اور مختصر کردوں۔ دس منٹ گزرے ہونگے اکبر گھوڑے سے گرے، حسینؑ ٹیلے سے گرے۔ زینبؑ دروازے پہ گریں۔ لیلیٰ سجدے میں گریں۔ تھوڑی دیر بعد حسینؑ اٹھے۔ میدان میں آئے۔ جب علی اکبرؑ کی میت

نو دس قدم سے فاصلے پر رہ گئی۔ تو کھڑے ہو کر آواز دی۔ اکبرؑ بیٹا، ہمیں پکار دو،
ہمیں آواز دو۔ ہم تمہاری آواز کے سہارے تم تک پہنچیں گے۔ ہمیں بیٹا راستہ نظر نہیں
آرہا۔ ہماری آنکھیں کام نہیں کر رہی بیٹا۔ اور اکبرؑ نے آواز دی "ابیتا یا ابتً"
بابا میں یہاں ہوں۔ پہنچے۔ لاش کو دیکھا۔ اکبرؑ تڑپ رہے تھے۔ جوان کا تڑپنا جو
باپ نے دیکھا۔ گھبرا گئے۔ میں نے کہا ہے یہ لفظ تو۔ اب تمہیں میں خدائے سخن ابوالکلام
انیسؔ کا ایک شعر سناتا ہوں۔ جب بیٹے کو تڑپتے دیکھا تو حسینؑ نے کیا کہا۔ اس کو انیسؔ
نے نظم کیا ہے۔ تڑپتے دیکھ کر علی اکبرؑ کو حسینؑ کیا فرماتے ہیں؟ کہ بیٹا ؎

بے چین ہو تم دل میرا گھبراتا ہے بیٹا

تم بے چین ہو میرا دل گھبرا رہا ہے

مر جاؤ کہ اب صبر میں فرق آتا ہے بیٹا

بیٹھ گئے۔ لاشے کو گود میں لیا۔ اکبرؑ ہم آگئے۔ بابا آپ نے بڑی تکلیف فرمائی۔ سنو گے
جوانو۔ حسینؑ نے ہزاروں دفعہ کہا ہے زندگی میں کہ اکبرؑ ہم سے کچھ مانگو۔ میرا دل
چاہتا ہے کہ تم کچھ مانگو۔ آج پہلا موقعہ ہے کہ اکبرؑ کہتے ہیں، بابا میں ایک چیز مانگتا
ہوں۔ حسینؑ کی تمنا ہے ساری عمر کی۔ حسینؑ نے کہا مانگو بیٹا کیا مانگتا ہے۔ پہلی مرتبہ
مانگا ہے بیٹے نے۔ کیا؟ بابا ایک شے چاہیئے۔ کیا میرے لال؟ ایک گھونٹ پانی کا۔
مانگا بھی تو کیا مانگا۔ حسینؑ نے آسمان کو دیکھا اور کہا بیٹا یہ تو ممکن نہیں۔ اور کوئی شے
مانگو میرے لال۔ بابا اور شے یہ مانگتا ہوں کہ مجھے خیمے میں لے چلو تاکہ میں اپنی اماں
سے جاکے بات کر سکوں۔ ہاں یہ بات، ہم کریں گے۔ لو اب میں ختم کر رہا ہوں گفتگو کو۔
توجہ سے سننا جوانو۔ تم نے آج جوانوں کا ماتم کرنا ہے یہاں۔ امام نے لاش اٹھائی۔
ہاتھ کانپے۔ لاش گرنے لگی۔ ثانی، دوبارہ اٹھائی۔ سہ بارہ اٹھائی۔ جب جوان
کی میت بوڑھے باپ سے نہ اٹھ سکی، تو باپ نے فرمایا اکبرؑ بیٹا یوں کرو۔ دونوں ہاتھ میرے

گلے میں ڈال لو۔ کچھ تم سہارا کرو۔ کچھ میں سہارا دوں۔ اکبرؑ نے ایک ہاتھ باپ کے گلے
میں ڈال دیا۔ باپ نے فرمایا، بیٹا دونوں ہاتھ۔ کہ آیا ہیں بایاں ہاتھ اپنے سینے سے
ہٹانہیں چاہتا۔ مولاؑ نے کہا کیا بات ہے؟ میں اپنا سینہ آپ کو دکھانا نہیں چاہتا ابا۔
نہیں میرے لال دکھاؤ کیا بات ہے؟ امامؑ نے حکم دیا۔ اکبرؑ نے ہاتھ ہٹایا۔ حسینؑ نے دیکھا۔ کیا
دیکھا۔؟ کہ برچھی ٹوٹ کے وہیں لگی ہوئی ہے۔ ایک انچ باہر نکلی ہوئی ہے۔ حسینؑ نے کہا
یہ بات تھی بیٹا۔ گھبراؤ نہیں بیٹا۔ لٹایا بیٹے کو۔ ایک ہاتھ رکھا سینے پہ، ایک ہاتھ
سے پکڑی برچھی اور بلند آواز سے کہا۔ نانا رسولؐ اللہ، دادا ابراہیمؑ کو ساتھ لے کر
کربلا میں آؤ، اور آکے دیکھو میری آنکھوں پہ پٹی نہیں ہے۔ میرا ہاتھ نہیں کانپ
رہا۔ آکے دیکھو تو سہی۔ یہ کہہ کے جو برچھی ہلائی۔ برچھی ہلی تو اس میں چھدا ہوا اکبرؑ کا
دل ہلا۔ دل ہلا تو سارا بدن کانپا۔ بدن کانپا تو کربلا کی زمین کانپی۔ کربلا کی زمین لرزی
تو حسینؑ کے خیمے لرزے۔ خیموں کا لرزنا تھا کہ دروازے سے آواز آئی۔ بھن کو آنے
دے۔ دونوں مل کے یہ کام کریں گے۔ اکیلا نہ کر حسینؑ۔ زینبؑ کی آواز حسینؑ نے سُنی کہ
باہر آنا چاہتی ہے۔ اِدھر حسینؑ نے مڑ کے حکم دیا کہ بحیثیت امامؑ کے حکم دیتا ہوں علی اکبرؑ
کے گھوڑے دروازے پہ جاکے زینبؑ کو روک دے۔ امامؑ نے کہا۔ سنتے ہی گھوڑا
دروازے پہ پہنچا، تاکہ زینبؑ دروازے پہ رُک جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو زینبؑ دروازے
سے باہر آجائے۔ اور حسینؑ نے لاش اٹھائی اور لے کے روانہ ہوئے۔ بس بھائیو یہ میری
گفتگو کا اختتام تھا۔ یہاں بات میں نے ختم کردی۔ نوجوانوں تم نے ماتم کرنا ہے آج ۔۔۔
کرنا ہے نا؟ بولو بھئی ۔۔۔ ایک دفعہ میرے سامنے تو سینے پہ ہاتھ مار کے کہو یا حسینؑ۔
یا حسینؑ ۔۔

---*---

عنوان

فضائل :- موت و حیات

مصائب :- امام موسیٰ کاظمؑ

کبھی گزرا ہوں جو بغداد کے بازاروں سے
لاشیں رہ رہ کے ابھرنے لگیں دیواروں سے

سید جعفر طاہر

حضرات! کافی دیر سے آپ مجلسِ عزا میں تشریف فرما ہیں ـــــ میں سمجھتا ہوں کہ اتنی دیر تک بیٹھنے سے اب آپ حضرات کافی تھک چکے ہوں گے ـــــ اور میں کوئی مجلس پڑھنے اس وقت حاضر نہیں ہوا آپ کی خدمت میں ـــــ بلکہ اختتامِ مجلس پر شکریہ کے الفاظ ادا کرنے حاضر ہوا ہوں ـــــ میری آواز پہنچ رہی نا جناب؟ (یعنی یہ آواز نہیں جا رہی بیٹیا) اچھا اب جا رہی ہے آواز ـــــ دیکھو میرے معزز سامعین! میں جو بھی بات کر رہا ہوں میرے اور آپ کے درمیان یہ ذاتِ شریف وسیلہ ہے ـــــ یہ چاہیں تو میری آواز پہنچائیں چاہیں تو نہ پہنچائیں ـــــ اگر وسیلہ ٹھیک ہو تو کام ٹھیک ہوتا ہے ـــــ وسیلہ غلط ہو تو کام غلط ہو جاتا ہے ـــــ اس وسیلے (لاؤڈ سپیکر) کا اس لئے اعتبار نہیں کہ یہ کرائے کا وسیلہ ہے ـــــ بہر نوع ـــــ خدا کرے یہ کام دیتا رہے ـــــ خدا کرے یہ آپ تک میری آواز پہنچاتا رہے ـــــ ہاں تو میں اس عرض سے آغاز کرتا ہوں کہ ہر انسان تین چیزوں سے مل کر انسان بنتا ہے ـــــ ایک جزو کا نام ہے ـــــ روح، ایک جُزو کا نام ہے ـــــ نفس ـــــ نفسِ ناطقہ ـــــ روح و نفس و جسم ان تینوں چیزوں کے مجموعے سے انسان، انسان بنتا ہے ـــــ میری بات پہ غور فرمایا آپ نے ـــــ آپ اور ہم سب ان تین چیزوں سے مل کر بنتے ہیں ـــــ ایک جسم ہے ـــــ ایک روح ہے ـــــ ایک نفسِ ناطقہ ہے ـــــ پوری توجہ ہے نا صاحبان ـــــ جسم جو ہے ـــــ یہ جو آپ دیکھ رہے ہیں ـــــ اس کے سنا ہے چار جزو ہیں ـــــ سنا ہے ـــــ میں نے اس لئے کہا کہ اصلی بات ڈاکٹر صاحبان اور کئی حضرات جانتے ہیں ـــــ ہم ملا لوگ تو سُنی سنائی بات کرتے ہیں ـــــ سنا ہے کہ جسم

سے کے چار جزو ہیں چار عناصر ہیں کیا کیا ہیں وہ چار عناصر بھئی؟
جن سے جسم بنتا ہے وہ اربعہ عناصر کیا ہیں؟ آگ، پانی، مٹی، ہوا
لو جی میں بوڑھا ہو گیا چار کے نام ہی یاد نہیں اللہ جانے کیا کیا ہیں
ان چار سے انسان کا جسم بنا ہے۔ ایک آگ ایک کیا؟ پانی
ایک کیا؟ مٹی ایک کیا؟ ہوا یہ چار جب آپ کے باوا
آدمؑ بنے تھے وہ بھی انہی چار سے بنے تھے تو فرشتوں نے دیکھ کے کہا تھا
کہ یا اللہ یہ پتلا جو ان چار سے بنا ہے ضرور فساد کرے گا کیوں فساد
کرے گا؟ کہ یہ ایسے چار اکٹھے ہوئے ہیں جن کا خاندان مختلف، قبیلہ مختلف،
نسل الگ، قوم الگ ایک دوسرے سے کوئی تعلق ہی نہیں بے جوڑ،
چار کب تک اکٹھے رہیں گے بہر نوع ہم ان چار سے مل کر بنے ہیں
• اب آپ نے کہا ہے کہ آپ کے جزو چار ہیں مجھے تو یاد نہیں ایک
آگ، ایک پانی، ایک مٹی، ایک ہوا مگر جس سے میں پوچھتا ہوں کہ
بھئی تم کون ہو کہ جی میں تو خاکی بندہ ہوں کوئی یہ نہیں کہتا کہ میں ہوائی بندہ ہوں
حالانکہ آپ کہتے ہیں کہ ہوا بھی ہے ہمارے اندر کوئی نہیں کہتا میں تو
جناب آبی بندہ ہوں، کسی نے اپنے آپ کو ناری نہیں کہا آج تک لڑنے
کو تو چار اور نام لینے کو ایک بہر نوع ان سے ہمارا جسم بن گیا دوسرا
جزو ہے ہمارا نفس اس کے بھی اجزا ہیں وہ بڑی لمبی تشریح ہے،
وہ سناؤں تو وقت بڑا لگے گا اس کے بھی اجزا ہیں وہ بڑی لمبی
تشریح ہے اسی طرح روح ہے۔ میرے محترم بھائیو جسم کو بھی غذا کی ضرورت
ہے، نفس کو بھی غذا کی ضرورت ہے روح کو بھی غذا کی ضرورت ہے
یہ تینوں چیزیں زندہ رہیں تو جسم زندہ رہتا ہے اگر کوئی انسان روح

کو تو بہت غذا دے دے اور جسم کو تباہ کر دے ـــــ اُس نے وَن تھرڈ انسانیت تباہ کر دی ـــــ اور اگر کوئی جسم کو پالتا ہے تو یہ بھی غلط ۔ ہر چیز کو پالنا چاہیئے ـــــ اب یہ بتایئے کہ یہ جو موت آتی ہے ـــــ جو انسان مرتا ہے ـــــ وہ کیا شئے ہے؟ کیوں بھئی کیا چیز ہے وہ؟ موت کیا ہے؟ بولو نا بھئی، موت کیا ہے؟ آپ اس لئے نہیں بتا رہے کہ جو بتا رہے ہیں انہوں نے ابھی موت کو دیکھا نہیں۔ جنہوں نے دیکھ لیا وہ آ کے بتاتے نہیں ـــــ اس لئے پتہ ہی نہیں چلتا کہ موت کیا ہے ـــــ ہے ایسی ضروری چیز موت ـــــ ایسی ضروری چیز ـــــ کہ جو اللہ کو نہیں مانتے ـــــ وہ موت کو مانتے ہیں ـــــ اتنی ضروری ہے ـــــ اور انسان کے ساتھ تو ایسی چپٹی ہوئی ہے موت ـــــ انسان ہی نہیں، ہر شئے کے ساتھ ـــــ معاف کرنا بھائیو ـــــ ابھی ہمارے جناب جسٹس صاحب تقریر کر رہے تھے ـــــ اللہ جانے وہ مجلس میں ہیں یا چلے گئے ـــــ اگر وہ ہوتے تو میں اُن سے پوچھتا کہ ہم نے کیا گناہ کر لیا ـــــ ہم نے کیا جُرم کر لیا ـــــ اس دُنیا میں آنا کوئی ایسا گناہ ہو گیا ہم سے کہ چاہے یہاں ایک سانس لو چاہے لاکھ سال کی عمر پاؤ ـــــ سزائے موت ضروری ہے ـــــ حرام ہے کہ اور کوئی سزا ہوتی ہو ـــــ جیل وغیرہ کی ـــــ سیدھی سزائے موت ہوتی ہے ـــــ آئے ہو تو مرنا پڑے گا ـــــ سمجھے ـــــ جانا پڑے گا ـــــ چاہے مر جاؤ، مرنا پڑے گا ـــــ لازمی مرنا پڑے گا ـــــ خوشی سے نہیں جاؤ گے ـــــ چار بندے اٹھا کے لے جائیں گے ـــــ بہر حال مرنا پڑے گا ـــــ یہ مرتی کیا شئے ہے ـــــ جسم جو ہے انسان کا ـــــ یہ تو ہے ہی مرا ہوا ـــــ یہ کبھی زندہ ہوتا ہی نہیں ـــــ یہ جسم جسے کہتے ہیں ـــــ لیکن روح جس چیز کا نام ہے ـــــ وہ ہمیشہ، جب پیدا ہو چکی، وہ زندہ ہے اور زندہ ہی رہے گی ـــــ روح نے مرنا نہیں، جسم نے جینا نہیں ـــــ پھر مرتی کیا شئے ہے

اس کی تشریح ہمارے خالق نے کی ـــــ کہ نہ جسم کو موت ہے نہ روح کو موت ہے ـــــ روح ہمیشہ زندہ رہے گی ـــــ جسم میں زندگی ہے ہی نہیں ـــــ لہٰذا موت کا سوال ہی نہیں ـــــ مرتی کیا شے ہے ـــــ اس نے بتایا ـــــ کہ سنو، مرتی کیا شے ہے؟ کلُّ نفسٍ ذائقۃ الموت وہ تیسرا جزو جو نفس ہے وہ موت کو چکھتا ہے ـــــ مرتا وہ بھی نہیں ـــــ کیا دلیل ہوگی نہیں مرتا؟ مرنے والے چکھا نہیں کرتے ـــــ موت کو چکھتا ہے وہ ـــــ نفس موت کو چکھتا ہے ـــــ مرتا وہ بھی نہیں ـــــ زندہ رہتا ہے ـــــ پھر زندہ کس طرح رہتی ہیں یہ چیزیں ان کے زندہ رہنے کے بڑے طریقے ہیں قبلہ ـــــ جسم الگ ہوگیا ـــــ نفس الگ ہوگیا ـــــ روح الگ ہوگئی ـــــ جسم مٹی میں مل گیا ـــــ نفس ناطقہ عالم برزخ میں چلاگیا اور روح جو تھی وہ کہاں گئی ـــــ وہ "یاد" بنی ـــــ فقرہ مرا یاد رکھنا ـــــ مرنے والے کا جسم مٹی میں گیا ـــــ نفس عالم برزخ میں گیا ـــــ جسم مٹی میں چلا جاتا ہے۔ اور روح یاد بن کے چاہنے والوں کے دل میں سما جاتی ہے ـــــ اسے یاد رکھتے ہیں اور وہ یاد رہتا ہے ـــــ توجہ ہے نا صاحبان ـــــ یہ روح کی شان ہے ـــــ اور میں اس گفتگو کو مختصر کروں ـــــ موت و حیات کی گفتگو تو بڑی لمبی، طویل ہے ـــــ کہ حضراتِ محمدؐ و آل محمد، جن کے ہم غلام ہیں اور جن کے اوپر ہمارا ایمان ہے ـــــ جن کی تعلیم کو ہم اپنا ایمان سمجھتے ہیں ـــــ انھوں نے موت و حیات کے اقدار و فلسفے ہی بدل دیئے سارے ـــــ بہر نوع، حضرات محمدؐ و آل محمدؐ نے اس کی شان ہی عجیب بیان کی ہے ـــــ وہ دو جملے میں حضرات محمدؐ و آل محمدؐ کی شان میں کہدوں ـــــ تو حضراتِ محمد و آل محمدؐ اپنا تعارف کیا کراتے ہیں؟ کہ کہ محمدؐ فرماتے ہیں ـــــ کہ میں محمد اور آل محمد ہم سب ایک نور سے

ہیں ـــــ کیوں بھئی یہ سُنا ہے کہ نہیں؟ ٹھیک ہے نا؟ کہا ہے نا انہوں نے؟
تو برابر ہوگئے نا؟ جب ایک نور سے ہیں تو ہو گئے نا سب برابر؟ انہوں نے
کہا نا؟ ہیں تو ایک ہی نُور سے ـــــ مگر اتنا اچھا فقرہ کہا ـــــ یہ خطاب کیا ہے
آل محمدؐ کے فردِ اعلیٰ، علیؑ کو ـــــ یا علیؑ تو اور میں ایک نور سے ہیں ـــــ
تو علیؑ کا سینہ تن گیا ہوگا نا یہ سُن کے کہ میں جب ایک نُور سے ہوں تو برابر ہو
گیا ـــــ سمجھے نا جناب ـــــ اگلا فقرہ فرمایا ـــــ انا شمسٌ وانتک القمر ـ
نور تو ایک ہی ہے میں شمس ہوں تو قمر ہے ـ میری بدولت تو روشن ہے
فرق ہوگیا یا نہیں ہوگیا؟ اب شمس و قمر میں کیا فرق ہے قبلہ؟ رسولؐ شمس
ہیں، علیؑ قمر ہیں ـــــ شمس و قمر میں فرق یہ ہے ـــــ کیوں بھئی کبھی آپ نے
یہ جھگڑا سنا ہے کہ کل شمس نکلا تھا یا نہیں؟ کیوں بھئی کبھی جھگڑا سنا ہے ـــــ
کیوں بھئی کل سورج ہوا تھا یا نہیں ـــــ سُنا ہے؟ نہیں نا؟ سورج میں سب
متفق رہتے ہیں ـــــ چاند کی باری آئی تو اختلاف ہوگیا ـــــ ہوتا ہے یا نہیں؟
اختلاف ـــــ بتاؤ آج چاند ہوا یا نہیں؟ اختلاف ہوتا ہے یا نہیں ـــــ اللہ
جانے چاند ہوا یا نہیں؟ ـــــ پھر اختلاف ہوتا کب تک ہے؟ پہلی کو جھگڑا ہوا پتہ نہیں
آج پہلی ہے یا دوسری؟ دوسری کو جھگڑا ہوا ـــــ تیسری کو جھگڑا ہوا ـــــ تیسری تک
جھگڑے کے سب خاموش ہو گئے ـــــ کہ بھئی خاموش رہو ـــــ چاند کا فیصلہ چودھویں پہ
ہوگا ـــــ جب چودھواں آئے گا اب پتہ چلے گا کہ تاریخ کیا ہے؟ چودھویں تک
چاند میں جھگڑا ہوتا ہے ـــــ ہے یا نہیں ایسا ہی؟ ـــــ جہاں چاند ہے وہیں
کہیں سورج بھی ہے ـــــ مگر کبھی آج تک آپ نے سنا کہ بھئی آج سفر نہ کرنا
ـــــ میاں آج شمس در عقرب ہے ـــــ سُنا ہے کبھی؟ آج سورج عقرب میں
ہے ـــــ سنا ہے کبھی آپ نے؟ اور قمر در عقرب؟ سُنتے ہو یا نہیں؟ عقرب

کیا ہے؟ ــــ کچھ ستارے ہیں منحوس ــــ سُنا ہے ــــ جب تک سورج
رہتا ہے ــــ یہ منحوس نامراد اللہ جانے کہاں چھپے رہتے ہیں ــــ جہاں قمر
کا زمانہ آیا عقرب بھی آگیا ــــ کیا ہوا جی، قمر در عقرب ہے ــــ یہ ہوتا ہے
قمر در عقرب ہوتا ہے ــــ یہ کتنے دن رہتا ہے قمر در عقرب؟ ــــ کتنے دن؟
صرف تین دن ــــ قمر در عقرب صرف تین دن رہتا ہے ــــ جہاں تین دن گذرے
ــــ اے لو ــــ قمر در عقرب ختم ہو گیا ــــ یہی قمر در عقرب ہے ــــ چاند یہ ــــ
سمجھ میں آرہا ہے نا صاحبان ــــ اب تمہیں پتے کی ایک اور بات بتا دوں ــــ
اُسے بڑے غور سے سُننا ــــ اور اس کے بعد میں اپنا بیان ختم کر دونگا ــــ سورج
میں ایک صفت اور ہے ــــ وہ طلوع بھی ہوتا ہے اور غروب بھی ہوتا ہے ــــ
یہ صفت ہے یا نہیں شمس کی ــــ غروب بھی ہوتا ہے، طلوع بھی ہوتا ہے ــــ کیوں بھئی
سورج نکلتا بھی ہے صبح کو اور شام کو غروب بھی ہوتا ہے ــــ ہے نا یہ صفت شمس کی
ــــ فرق یہ ہے کہ جب شمس طلوع کرتا ہے تو بند دروازے کھل جاتے ہیں ــــ
یہی ہوتا ہے نا؟ بند دوکانیں کھل جاتی ہیں ــــ کاروبار جاری ہو جاتا ہے ــــ
لوگ اپنا کام شروع کر دیتے ہیں ــــ تمام دنیا میں روشنی ہو جاتی ہے ــــ یہ شمس
کے چمکنے کا زمانہ ہے ــــ اور جب شمس غروب ہوتا ہے ــــ کھلے دروازے بند
ہو جاتے ہیں ــــ کاروبار بند ہو جاتے ہیں ــــ جب تک شمس کا وجود ہے اس
وقت تک سچوں کا دور ہوتا ہے ــــ جہاں شمس غروب ہو گیا اب چور کی باری
آجاتی ہے ــــ یہ میں شمس کی بات کر رہا ہوں ــــ کوئی اور خیال اپنے دل میں
نہ لانا ــــ یہ ہے شمس کی حالت ــــ تو میرے محترم سامعین ــــ شمس کے
طلوع سے دُنیا کو فائدہ ــــ شمس کے طلوع سے دُنیا آباد ــــ شمس کے آباد
ہونے سے دنیا میں آبادی ــــ جہاں شمس غروب ہوا ایسا اندھیرا آجاتا ہے کہ میں کیا

موڑ دیں مُڑ جائے ــــ جدھر پھیر دیں پھر جائے ــــ رسالت کی باگ ان بچوں کے
ہاتھ میں تھی اور یہ کہنا یہ چاہتا ہوں ــ کہ اتنی بڑی رسالتوں کی باگیں سنبھالنا ان
کے لئے "بچوں کا کھیل" تھا ــــ یہ بچوں کی شان تھی اس انداز سے پرورش پائی تھی
بچوں نے ــــ جس طرح پلے تھے یہ بچے ــــ تین چار سال کے ہوتے تو رسولؐ
گود میں لے کے بیٹھ گئے ــــ بچو ــ عزیزو ــــ میں نے تمہیں بڑے پیار سے
پالا ہے ــــ بڑی محبت سے پالا ہے ــــ جی ہاں قبلہ ــ آپ نے بڑا پیار
کیا ہے ــــ اگر میرے دین پہ کبھی وقت آگیا تو کیا کرو گے ــــ اب بچوں کے
تیور دیکھنے کے قابل تھے ـــ رسول بھی رو پڑے دیکھ کر ــــ بچوں نے کھڑے
ہوکر انگڑائی لی ــ تو قبا کے بند ٹوٹ گئے ــــ نانا پرواہ نہ کر ــــ گھر لٹا دیں
گے ــــ بچے کٹا دیں گے ــــ تیرے دین پر حرف نہیں آنے دیں گے ــــ اور اگر
ہمارا یقین نہ آئے ــــ تو تم خود جنت سے آکر دیکھ لینا ــــ مومنین! آج محرم
کی آٹھ تاریخ ہے اور رسول جنت سے کربلا آتے ہوتے ہیں ــــ اور وہ دیکھ
رہے ہیں کہ بچوں نے کیا کرنا ہے ــــ آج انہوں نے دیکھنا ہے کہ بچوں نے کیا کیا
ہے ــــ وہ فرض ادا کر رہے ہیں ــــ رسولؐ دیکھ رہے ہیں ــ مگر حسینؑ چاہے
کچھ بھی کریں ـ آخر رسولؐ کے نواسے ہیں ــــ آخر علیؑ کے بیٹے ہیں ــــ آخر فاطمہؑ کے
بیٹے ہیں ــ حسینؑ کی بات تو حسینؑ کے ساتھ رہی ــــ اگر زینبؑ کا کوئی کمال ہے ـ تو
زینبؑ کی بات قبلہ زینبؑ کے ساتھ ہے ــــ کہاں فاطمہؑ کی بیٹی ــ کہاں علیؑ
کی بیٹی ــــ اس کی شان بھی یہی تھی ــ جو اُس نے کیا ــــ میں تو کہتا ہوں حسینؑ ایسا
عظیم پارس ہے جو اُس سے چھو گیا ــ اُسے حسینؑ بنا دیا ــــ حسینؑ نے بہتّر حسینؑ
بنا دیئے ــ خاندان کی نہ پوچھو ــــ حسینؑ اور زینبؑ کی نہ پوچھو ــــ غیروں کو دیکھو
اُن کے جذبے کیا تھے ــ انہیں دیکھ دیکھ کے رسولؐ قربان ہو رہے تھے ــ انہیں

امامؑ کی شہادت ہوگئی ـــــ چار مزدور جنازہ اٹھا کے دجلے کے پل پہ رکھ آئے۔
صرف چار مزدور ـــــ آج کے دن ایسا جنازہ بھی اٹھا تھا ـــــ سمجھے حضورِ
والا ـــــ مگر اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ کہ آج ہم چار مزدوروں والے جنازے کا واسطہ
دے کر اپنی اموات کے لئے دعا کرتے ہیں ـــــ کہ خداوندا اس غریب جنازے
کے صدقہ میں ہمارے والوں پہ رحم فرما ـــــ ان کے درجات کو عالی کر ـــــ
ان کو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا ـــــ ان کو بارہ امامؑ کی خدمت میں
پہنچا ـــــ یہ امام کی خدمت کرتے رہے ساری عمر ـــــ اور یہ ان کی خدمت میں
پہنچیں گے جن کی خدمت کرتے رہے ـــــ اور مظفر علی شمسی میں چالیس سال سے
تیرا واقف تھا ـــــ میں نے تجھے خدمتِ آلِ محمدؑ کرتے دیکھا آلِ محمد اپنے خادموں
کو کبھی مایوس نہیں کرتے ـــــ ایک سیکنڈ کا خدمت کرنے والا حُر اگر حضرت حُر
بن سکتا ہے ـــــ تو چالیس سال کے خادم ـــــ تو خدا جانے کیا بنا دیں اُسے ـــــ
ـــــ یہ تو بہتر جانتے ہیں ـــــ خدا ان کے جوار میں جگہ دے ـــــ ان کی خدمت
میں پہنچائے ـــــ آؤ سب مل کے دُعا کریں ـــــ دُعا کا وقت ہے ـــــ
یہ شہادتِ امامؑ کا دن ہے ـــــ سب مل کے پکارو ـــــ یا اللہ، ہم تیرے دربار میں،
تیرے اولیاء کے دربار میں ہاتھ اٹھائے بیٹھے ہیں ـــــ ہم بھکاری حاضر ہیں ـــــ
ہمیں یہ بھیک عطا فرما کہ ہمارے سب کے گناہوں کو معاف کر دے ـــــ ہماری اموات
پہ رحم فرما ـــــ ہمارے جانے والوں کے درجات کو عالی کر ـــــ ہم جو باقی ہیں۔
ہمیں توفیقاتِ خیر عطا فرما ـــــ ہم میں آپس میں اتحاد و اتفاق عطا فرما ـــــ ہم
سب ایک دوسرے کے جاں نثار ہو کے رہیں ـــــ اللہ دینِ آلِ محمدؑ کی حمایت فرمائے
اور کلمۂ دینِ آلِ محمد کی حفاظت فرمائے بحق محمدؐ وآلِ محمدؐ ـــــ

ان دعائیہ فقروں اور آپ کے شکریہ کے بعد میں آپ حضرات سے رخصت ہوتا

ہوں ـــــ اب ایک نعرہ لگاؤ پھر فاتحہ پڑھنا ـــــ نعرۂ تکبیر ـــــ نعرہ رسالت نعرۂ حیدری ـــــ کلمۂ ولایت ـــــ کلمہ ولایت ـــــ شاباش ـــــ نعرۂ تکبیر ـــــ نعرۂ رسالت ـــــ نعرۂ حیدری ـــــ کلمۂ ولایت ـــــ اسے پکا یاد رکھنا ـــــ ولایت کا کلمہ ہے ـــــ جو دیسی کے عادی ہیں وہ ولایت سے مانوس نہیں ہوتے ـــــ دیسی وہ ہوتی ہے جو خود بنالیں ـــــ خود بنانے والوں کو کیا پتہ کہ ولایت میں کیا لطف ہے ؟ آپ کلمۂ ولایت کو بالکل یاد رکھیں سمجھے ـــــ خدا تمہیں خوش رکھے ـــــ یہ کلمے اسی طرح قائم و دائم رہیں ـــــ

بحق محمد وآل محمد

(۲۱ جولائی ۷۰ء، ۴ بختیار لیبر ہال نسبت روڈ۔ لاہور
بہ موقع چہلم جناب مظفر علی صاحب شمسی مرحوم)

ذکرِ علی علیہ السلام

عنوان

فضائل ۔ ذکرِ علی علیہ السلام عبادت ہے۔

مصائب ۔ دربارِ کوفہ

یہ محوِ خطابت سرِ دربار ہے زینبؑ
یا کوفے کے منبر پہ علیؑ بول رہے ہیں

افسر عباس زیدی

ذکرِ علی علیہ السلام عبادت ہے

خداوندِ عالم آپ کی یہ مجلس قبول فرمائے ۔۔۔ اللہ آپ کا مجلس میں آنا قبول کرے ۔۔۔ اور میرے انتہائی پیارے عزیزوں نے جو مجلس کی ہے ۔۔۔ اللہ ان کی سعی کو قبول فرمائے ۔۔۔ مجھ سے پہلے میرے محترم شبیہ الحسنین صاحب محمدی کہہ رہے تھے کہ ۔۔۔ "علیؑ کے چہرے کا دیکھنا عبادت ہے" یہ انہوں نے کہا تھا ۔۔۔ کہ علیؑ کے چہرے کا دیکھنا عبادت ہے ۔۔۔ یہ اُن کی خاندانی بات ہے ۔۔۔ انہوں نے اپنے خاندان کی بات کہی ہے ۔۔۔ آپ کو پتہ ہے یہ محمدی ہیں ۔۔۔ حضرت محمد بن ابی بکر کی اولاد ہیں حضرت ابوبکر کے صاحبزادے محمد کی یہ اولاد ہیں ۔۔۔ ان کے دادا حضرت ابوبکر راوی ہیں اس روایت کے ۔۔۔ کہ "علیؑ کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے" ۔۔۔ یہی ایک بات کہہ گئے وہ صدیق کہلاتے ہیں ۔۔۔ یہ انہوں نے فرمایا ہے ۔۔۔ اور آج کی تائید و تصدیق ہم مومنوں کی اماں نے بھی کی ہے کہ بالکل میرے ابا نے ٹھیک کہا ہے واقعی علیؑ کے چہرے کا دیکھنا عبادت ہے ۔۔۔ چاہے کسی عالم میں بھی دیکھا جائے ۔۔۔ اس کے چہرے کا دیکھنا عبادت ہے ۔۔۔ انہوں نے یہ اپنی خاندانی حدیث پڑھی ہے ۔۔۔ کہ علیؑ کے چہرے کا دیکھنا عبادت ہے ۔۔۔ حضرت ابوبکر کا فرمان ہے یہ ۔۔۔ علیؑ کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے علیؑ کا منہ دیکھنا عبادت ہے ۔۔۔ مگر معاف کرنا یہ "منہ دیکھی" بات ہے ۔۔۔ حقیقت یہ ہے ۔۔۔ اس کا چہرہ دیکھنا ہی عبادت نہیں بلکہ اس کا تصور بھی عبادت ہے ۔۔۔ اس کا خیال بھی عبادت ہے ۔۔۔ اگر علیؑ کا ذکر کریں وہ بھی عبادت ہے ۔۔۔

کیا ذکر کرو گے علیؑ کا ــــ کیا تذکرہ کرو گے علیؑ کا ــــ جہاں سے شروع کرو ــــ
علیؑ کا ذکر عبادت بن جائے گا ــــ کہیں سے شروع کرو علیؑ کا ذکر عبادت بن جائے گا ــــ
میرے کندھے پر دو فرشتے اللہ نے بٹھائے ہوئے ہیں ــــ اب یہ پندرہ بیس فرشتے
(ٹیپ ریکارڈر) سامنے آکر بیٹھ جایا کرتے ہیں ــــ جو کچھ یہ نوٹ کر لیتے ہیں بس
تو ایمان سے مجلس میں آکے گھر جاتا ہوں ــــ ایک طرف یہ حضرات ــــ ایک طرف
یہ ذات شریف ــــ ان سے ذرا ادھر ادھر منہ کروں پھر معاملہ خراب ہو جاتا ہے۔
کندھے والے ــــ یہ میرے ساتھ ہی رہتے ہیں ــــ یہ میرے صحابی ہیں جہاں جاؤں
ساتھ جاتے ہیں ــــ یہ میری بات کے راوی ہیں ــــ صحابی بھی ہیں میری بات کو دور
دور تک پہنچانا بھی انہیں کا کام ہے ــــ یہ اگر بگڑ جائیں تو کام بگڑ جائے ــــ لہذا
ٹھیک رہیں تو کام ٹھیک رہے ــــ ہر وقت میرے ساتھ رہتے ہیں ــــ ہر لمحہ میرے
ساتھ ہیں ــــ کئی دفعہ میں نے کہا ہے کہ میری طبیعت ذرا خراب ہے تم میری جگہ جا
کے پڑھ آؤ ــــ اتنی دیر سے میرے ساتھ رہے ہو ــــ میری جگہ نہیں آسکتے ــــ
سب کہتے ہیں آپ کی جگہ کیسے جائیں میں تو کرائے پر...... یہ کرائے کا ساتھی کام نہیں
دیتا ــــ ایک بزرگ (ٹیپ ریکارڈر) میری جان نہیں چھوڑتے ــــ اب کیا
کیجئے بس گھبرا گیا نا ــــ بیچ میں ــــ تو علیؑ کا ذکر جہاں سے تم شروع کر دو ــــ کہیں
سے بھی تم شروع کر دو ــــ عبادت بن جائے گا ــــ اگر کوئی کہے علیؑ کی پیدائش کا ذکر
کر دو ــــ عبادت بن جائے گا ــــ علیؑ کی پیدائش کے ذکر کا کسی نے کہا ــــ یہاں سے
ذکر شروع کرو ــــ ہاں بھئی کر دو ــــ اچھا بھئی کہاں پیدا ہوئے ــــ کعبہ میں ــــ
بیت اللہ میں ــــ کہاں پیدا ہوئے ــــ اللہ کے گھر ــــ اللہ کا نام آیا نہیں عبادت
بنا نہیں ــــ اللہ کے گھر پیدا ہوئے ــــ ہاں بھئی اللہ کے گھر پیدا ہوئے ــــ اللہ کے
گھر خوشامد کر کے نہیں پیدا ہوئے ــــ اللہ کی خوشامد نہیں کی تھی ــــ بلکہ زور سے پیدا

ہوئے ـــ دیواریں توڑ کے پیدا ہوئے ـــ یہ عبادت ہو گئی اور ماں کے ساتھ تین دن
اللہ کے گھر رہے ـــ فاطمہ بنت اسد کے ساتھ تین دن اللہ کے گھر رہے ـــ تین
دن کے بعد آپ کے رسولؐ کو حکم ہوا کہ جاؤ جا کے لے آؤ ـــ تیسرے دن ـــ
رسولؐ نے کہا کہ قبلہ قرآن تو میرے گھر خود آ ـــ کہا وہ اور بات ہے یہ
اور بات ہے ـــ دیکھو نا! میں آپ کو خط لکھوں تو خط کو ڈاکیہ آپ کے گھر تک
پہنچا جائے گا یا نہیں ـ اور جو میں خود آ جاؤں ـــ تو مجھے لینے جاؤ گے ـــ یہ قرآن
اُس کا خط تھا ـــ اسے پوسٹ مین لے جاتا تھا ـــ اسے خود لینے جاؤ ـــ اب جو
رسولؐ پہنچے ـــ لینے دروازے پر دروازہ پھر کھلا ـــ اور بنتِ اسد یا اُمِّ اسد
ـــ اسد کی ماں بھی ـــ اسد کی بیٹی بھی ـــ بچے کو گود میں لے کے آئیں ـــ رسولؐ
نے گود میں لے لیا ـــ قصہ مختصر عبادت بنتی جا رہی ہے ـــ اماں مبارک ـــ ماشاء اللہ
بڑا سوہنا بچہ ہے ـــ ماں نے کہا محمدؐ ـــ بچہ جیے گا نہیں ـــ اس میں جینے والی کوئی
بات نہیں ـــ تین دن ہو گئے نہ اس نے دودھ پیا ـــ نہ اس نے آنکھ کھولی ـــ
نہ یہ رویا ـــ تو جیے گا کیا ـــ کیوں اس نے آنکھ نہیں کھولی تھی ـ کہا نہیں ـــ
کہا ـ اے ـ اے ـ لو ـ یہ کھول دی ـــ آنکھ کھل گئی اور اب یہ بتاؤ کہ تم نے
دودھ کیوں نہیں پیا ـــ روئے کیوں نہیں ـــ کہا اس میں ضد کی کیا بات ہے ـ
قبلہ خدا کا گھر تھا کعبہ اس میں ماں تھی اکیلی ـــ ساتھی ہو کے رونا کوئی شرافت ہے
ـــ دودھ نہیں پیا ـ کہا بڑی بھوک لگ رہی ہے ـــ مگر ماں کا دودھ کیوں
پیتا ـــ آپ نے اللہ سے درخواست دے کر مجھے بطور گواہ بلایا ہے ـــ میں گواہ
ہو کے آیا ہوں ـــ آپ نے "طلبانہ" داخل کروایا ہے تو آیا ہوں آپ ہیں مدعی
اور میں ہوں گواہ ـــ پھر اپنی ماں کا دودھ کیوں پیوں ـــ گواہ کا خرچہ خود مدعی
کے ذمے ہے ـــ رسولؐ نے زبان دی تو اس میں سے دودھ جاری ہوا ـ ـ

بقول پنجابیوں کے "رج کے پیا" خوب پیا — جب پیٹ بھر گیا — چھوٹے چھوٹے ننھے ہونٹوں میں زبان مضبوطی سے پکڑلی — بھئی چھوڑ دیجی — اسی طرح گھر تک پہنچے — رسولؐ کی گود میں علیؑ ہیں — گھر والے سب اکٹھے — ابی طالبؑ بھی ہیں — بچے نے آنکھوں آنکھوں میں سب بزرگوں کو گواہ بنایا — کہ محمدؐ پیدا ہوتے ہی مجھے "زبان" دے چکے ہیں — اب اس ذکر سے بھی ہماری عبادت ہوگئی — اب تمام لوگ پوچھنے لگے محمدؐ بچہ کس شکل کا ہے — محمدؐ خاموش — آخر گھر کے مالک نے "وحی" کے ذریعے بتلایا — محمدؐ — کہدو — ہاتھ — "یداللہ ہے" — آنکھ "عین اللہ ہے" — زبان — لسان اللہ ہے — جسم — جسد اللہ ہے — یہ عجیب بات ہے — علیؑ کا ہاتھ — اللہ کا ہاتھ — علیؑ کا چہرہ — اللہ کا چہرہ — علیؑ کا جسم — اللہ کا جسم — علیؑ کی زبان — اللہ کی زبان — تو اربابِ ذوق کے لئے ایک فقرہ کہتا ہوں — کہ الگ الگ اجزا کرو تو اللہ — اور اتنے اللہ اکٹھے ہو جائیں تو علیؑ — عجیب بندہ آگیا — جیسے آج تک علیؑ والے اللہ کہتے ہیں اور اللہ والے علیؑ کہتے ہیں — سمجھ میں آیا کہ کیوں سمجھ رہے ہیں کہ ایسے کا ذکر عبادت ہے کہ نہیں — تو میں عرض کر رہا تھا — علیؑ نے محمدؐ کی زبان سے دودھ پیا — جو علیؑ سے بچ رہا تھا — وہ بچوں نے "باپ کا مال" سمجھ کے پیا — کس کی زبان سے باپ کا مال سمجھ کے بچوں نے پیا — بچوں کی بات اور تھی علیؑ کی بات اور تھی — علیؑ ایک دفعہ دوشِ رسولؐ پر سوار ہوئے اور تم نے کہا سبحان اللہ — اور بچوں نے اس کو کھیل کا میدان بنا دیا — جب دیکھو کاندھے پہ سوار — رسولؐ مسجد میں جا رہے ہیں — یہ کندھے پہ سوار — مگر وہ بچے تھے ہی اس قابل — کہ بچے راکب بنیں اور رسولؐ مرکب بنے — اب وہ کہیں — مہار چاہیے — رسولؐ نے زلفیں پکڑا دیں — بیٹا یہ باگ ہے — اب بچوں کے ہاتھ میں رسولؐ کی زلفیں نہیں تھیں بلکہ باگ تھی اور باگ کے معنی یہ ہیں جدھر

بتاؤں ــــ پورا اندھیرا ہوتا ہے ــــ آپ کہیں گے ستارے جو ہیں ــــ ہزاروں ستارے اسی شمس کی روشنی کی بدولت چمکتے ہیں ــــ مگر اس کی پہچان کون کرے کہ ان میں منحوس کتنے اور نیک کتنے ــــ اصلی حیات کا مرکز شمس ہے ــــ اصلی زندگی کا مرکز شمس ہے ــــ اصلی توانائی کا مرکز شمس ہے ــــ یہ طلوع رہے تو اس کی شان اور ہوتی ہے غروب ہو جائے تو دنیا میں اندھیرا آ جاتا ہے بڑا فرق ہوتا ہے قبلہ ــــ کبھی کبھی اس کو گرہن بھی لگ جاتا ہے ــــ آپ نے بھی دیکھا ہوگا سورج کو گرہن لگتے ہوئے ــــ ہوتا ہے، مگر گرہن لگ جاتا ہے یہ بھی ہوتا ہے ــــ چنانچہ جب بھی ہمارے کسی امام کی شہادت ہوئی ہے ــــ اس دن سورج کو ضرور گہن لگا تھا ــــ ضرور لگا تھا ــــ جب بھی شہادت ہوئی ہے ــــ آج حضور امام موسیٰ کاظمؑ کی شہادت کی تاریخ ہے ــــ امام موسیٰ کاظمؑ کی شہادت کی تاریخ ہے آج صاحبان ــــ آج آپ کے امام کی شہادت کی تاریخ ہے ــــ ہے نا؟ اور آج آپ شمس کا چہلم بھی کر رہے ہیں ــــ گویا امامؑ کی شہادت بھی ہے اور شمس کا گرہن بھی ــــ ضرور گرہن ہوتا ہے شمس کو امامؑ کی شہادت کے دن۔

میرے محترم بزرگو، بھائیو، عزیزو ــــ میں اپنی گفتگو ختم کرتا ہوں یہ کہہ کے آپ حضرات میں سے سینکڑوں ایسے ہونگے ــــ ان سامعین میں ــــ جنہوں نے چند دن پہلے شمسی کا جنازہ دیکھا ہوگا ــــ دیکھا تھا نا بھئی! ــــ کیوں بچو دیکھا تھا؟ کتنے آدمی تھے؟ کوئی گنا تھوڑا ہی تھا۔ آپنے ہزاروں آدمی تھے۔ اتنا بڑا جنازہ تھا یا نہیں؟ جنازہ دیکھا تھا نا؟ اور اس جنازے کے مقابلے میں آپ یہ جنازہ بھی دیکھ لیں ذرا کہ آپ کا امامؑ قید خانے میں زہر سے شہید ہو گیا ــــ گھر میں نہیں ــــ بال بچوں میں نہیں ــــ قید خانے میں ــــ جب

دیکھ کے رسولؐ فدا ہو رہے تھے ــــ میرے بھائیو! میرے عزیزو! حسینؑ کے
ساتھ غیر بھی تھے نا؟ ایک صحابی شہید ہو گیا ــــ "جنادہ" ــــ اس کا نام تھا ــــ
حسینؑ لاشے پہ گئے اُٹھا کے گنجِ شہیداں میں رکھا ــــ خیمے کی طرف جو دیکھا تو
خیمے کا پردہ اُٹھا ایک نو دس سال کا بچہ دوڑتا ہوا نکلا ــــ حسینؑ نے آواز دی ــــ
آلِ محمدؐ اس بچے کو روکو ــــ یہ میدان میں کہاں آ رہا ہے ــــ اتنے میں وہ بچہ میدان
کے قریب آگیا ــــ کمر سے تلوار بندھی ہوئی ــــ بچہ چھوٹا تھا ــــ تلوار تھی بڑی وہ
گھسٹتی ہوئی آ رہی تھی ــــ حسینؑ نے بڑھ کے بچے کو گود میں اُٹھا لیا ــــ کہاں جا رہے
ہو ــــ قبلہ مرنے جا رہا ہوں ــــ میں دشمنوں سے لڑوں گا ــــ میرے بیٹے تم کس
کے بیٹے ہو؟ مولا اسی "جنادہ" کا جو ابھی مرا ہے ــــ تمہارا باپ مرا ہے ــــ تو یتیم
ہوا ہے ــــ اپنی ماں کے پاس جا کر بیٹھ ــــ تو بچہ کہتا ہے ــــ یہ کمر اماں نے باندھی
ہے ــــ یہ تلوار مری اماں نے خود باندھی ہے ــــ میری اماں نے کہا ہے ــــ بیٹا جا
کر مر جاؤ ــــ یہ سن کر قربان ہو گئے حسینؑ ــــ یہ غیروں کے عزائم تھے ــــ
قبلہ میں نے تمہیں ہر مجلس میں حسینؑ کے دوستوں کی ادائیں سنائی ہیں ــــ یہ غیروں
کی ادائیں تھیں اگر مناسب سمجھو تو بات کہہ دوں ــــ اپنوں کی ــــ آلِ محمدؐ اُجڑ
گئے ــــ سب کچھ لٹ گیا ــــ خیر ــــ میرے نوجوانو ــــ آج آلِ محمدؐ بے سہارا
ہیں ــــ جو لوگ حسینؑ کے خاندان کے نہ تھے ــــ مگر حسینؑ کے پاس آ کر حسینؑ بن گئے
ــــ خدا گواہ ہے کمال کر دکھایا ہے ــــ کہو اکبرؑ کی ماں ــــ سیدانی تو نہیں تھی
مگر ایمان سے کمال کر دیا ــــ حد کر دی ــــ اکبرؑ کی لاش آئی ہوئی ہے ــــ اور حسینؑ
کہتے ہیں ــــ اس کی ماں کو بلاؤ ــــ اپنے بچے کی لاش پر آئے تڑپے جواب یہ ملا ــــ
کہ قبلہ نماز پڑھ رہی ہے ــــ امامؑ نے پوچھا ــــ لیلیٰ کیا نماز پڑھ رہی ہے ــــ کہا
مولا! شکرانے کی نماز پڑھ رہی تھی ــــ میری کمائی نیک راہ میں لُٹ گئی ــــ آ لیلیٰ

اپنے بیٹے کی لاش کو آکر دیکھ ۔ پانچ منٹ گزر گئے ۔ خیمے سے لیلیٰ نہیں آئی
۔ اب جو گئے نا! دیکھنے ۔ دیکھا کہ لیلیٰ خیمے میں گھوم رہی ہے ۔ زینبؑ
نے آواز دی ۔ اکبرؑ کی ماں ۔ باہر آؤ ۔ کہا حسینؑ کی بہن مجھے خیمے کا دروازہ نظر
نہیں آرہا ۔ مجھے در نظر نہیں آتا ۔ ہاتھ پکڑ کے لائے ۔ قاسمؑ کی ماں تو سیدانی
نہیں تھی ۔ یہ غیروں کا کمال تھا ۔ دو چار فقرے سُن لو ۔ میرے جوان بیٹو ۔!
میں تمہیں روتا نہیں دیکھ سکتا ۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ہر وقت خوش رہو ۔ مگر معاف
کرنا ۔ میری کہانی ہی ایسی ہے ۔ اس لئے میں تمہیں جان کے نہیں رُلاتا ۔ ربابؑ
بھی اسی گھر میں ہے ۔ غیر خاندان کی ہے نا! یمن کے رئیس کی بیٹی ہے سیدانی
نہیں ہے ۔ غیر خاندان کی ہے ۔ ساری شہادتوں کے بعد حسینؑ خیمے میں آئے
۔ بہن زینبؑ میری ساری قربانیاں قبول ہو گئیں ۔ کسی کے بدلے فدیہ نہیں آیا ۔
اب میں چاہتا ہوں کہ کوئی نذرانہ پیش کروں ۔ اللہ کے سامنے ۔ کوئی نذرانہ پیش
کرنے کے لئے کوئی شے ہے ۔ زینبؑ نے کہا ۔ کہ میرے پاس تو دو "ہیرے"
تھے ختم ہو گئے ۔ لیلیٰ نے کہا ۔ میرا تو اٹھارہ سال کا شب چراغ تھا ۔ گل ہو گیا ۔
۔ فردہ نے کہا کہ میرا واحد سہارا قاسمؑ تھا ۔ وہ بھی "تقسیم" ہو گیا ۔ ہم سب
خالی ہاتھ ہیں ۔ ایک کونے میں سے رباب کی آواز آئی ۔ حسینؑ! ذرا سی نیلم
کی کنی میرے پاس ہے ۔ ایک نیلم کا نگینہ ہے میرے پاس اگر تیرے کام آئے
تو اسے لے لے ۔ کہا ربابؑ اسے لے جاؤں ۔ کہا لے جاؤ ۔ جہاں جہاں صاحبان
ہو میری بات سنو ۔ حسینؑ چلے آئے ۔ آگے آگے حسینؑ پیچھے پیچھے ربابؑ ۔
جب خیمے کے دروازے پہ پہنچے ۔ رباب نے کہا ۔ مولاؑ ذرا ٹھہرنا ۔ ذرا یہ بچہ
مجھے گود میں دینا ۔ رباب نے دو منٹ گود میں لیا ۔ اور اصغرؑ کی بہن سکینہؑ کو
ساتھ لیا ۔ دونوں کو لے کر خیمے میں آگئی وہاں جہاں زینبؑ تھیں ۔ حسینؑ و زینبؑ

کو دیکھ کر کہا۔ سن حسینؑ ۔ سن زینبؑ ۔ تم فاطمہؑ کے بیٹے بیٹی ہو ۔ میں غیر خاندان کی ہوں ۔ تمہارے گھرانے میں آئی تو فاطمہؑ کی بہو کہلائی ۔ تم نے مجھے بڑی عزت بخشی ۔ تمہارے گھرانے سے مجھے یہ دو لعل ملے ۔ ایک سکینہؑ ایک اصغرؑ ۔ میں تھوڑی دیر میں لاوارث ہوں گی ۔ نہ میکے ہوں گے نہ سسرال ۔ میں تمہاری امانت سنبھال نہیں سکتی ۔ لہٰذا یہ تمہارے سپرد ۔ یہ کہہ کر سکینہؑ کو بٹھا دیا زینبؑ کی گود میں ۔ اصغرؑ کو دے دیا حسینؑ کی گود میں ۔ زینبؑ تو جانے اور سکینہؑ جانے ۔ حسینؑ تو جانے اور اصغرؑ جانے ۔ دونوں کو سپرد کر دیا ۔ حسینؑ اصغرؑ کو لے گئے ۔ سکینہؑ کو زینبؑ لے گئی ۔ سکینہؑ پہ وہاں کیا گذری ۔ اُس پر کیا گزر گئی ۔ اگر ہمت ہے تو سُن لو دو چار لفظ ۔ کیوں بھئی نوجوانو ۔ ! تم میں ہے ہمت اس قصہ کو سننے کی ۔ میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں میں تو پڑھ لیتا ہوں ۔ جوانوں کے خون میں گرمی ہوتی ہے ۔ حیدرآباد (سندھ) میں میں نے سکینہ کی شہادت پڑھی تھی کئی نوجوانوں نے چاقو مار لیئے تھے ۔ بچو ! بھائیو ! ۔ سکینہ ۔ زینبؑ کے ساتھ اور تیرہ محرم ہے ۔ اور ابن زیادؒ کے دربار میں کھڑی ہے ۔ ابن زیاد نے پوچھا ۔ کہ یہ بچی کون ہے ۔ بتایا گیا ۔ کہ یہ حسینؑ کی بیٹی ہے ۔ حسینؑ سے اسے بڑا پیار ہے ۔ کہنے لگا بچی آگے آؤ ۔ میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں ۔ بچی نے بھائی کو دیکھا ۔ پھوپھی کو دیکھا ۔ نامحرم سے بات کی اجازت ہے ۔ پھوپھی نے بھائی نے اجازت دی ۔ بچی نے بات کی ۔ سُنر گے بھائی ۔ بات اس طرح کی کہ لب ہل رہے تھے آواز نہیں آ رہی تھی ۔ بڑی دیر تک لب ہلتے رہے آواز نہیں آئی ۔ ابن زیاد کہتا ہے کہ مجھے آواز نہیں آتی ۔ تو امام زین العابدینؑ نے فرمایا ۔ کہ بچی تو بول رہی ہے مگر اس کا گلا اتنا مضبوط بندھا ہوا ہے کہ اس کی آواز نہیں نکل رہی ۔ اس کا گلا کھلوایا گیا ۔ پانچ منٹ تک بچی گلے کو سہلاتی

رہی ۔ جب حواس ٹھیک ہوئے تو ابن زیاد نے پوچھا ۔ کہ تیرا نام کیا ۔
کہا فاطمہؑ نام ہے مگر باپ مجھے پیار سے سکینہ کہتے تھے ۔ بچی اگر اس وقت
حسینؑ زندہ ہوتے تو تجھے کیا کھلاتے ۔ بچی نے کہا کہ بابا مجھے تازہ خرمے کھلایا
کرتے تھے ۔ سنو گے نا میرے بھائیو! اجازت ہے کہہ دوں لفظ ۔ اجازت
ہے ۔ اجازت ہو تو بتا دوں ۔ وہ بے حیا خبیث کہتا ہے ۔ بچی ۔ میں نے
تازہ خرمے منگائے ہیں کھائے گی ۔ اس پہ بچی نے بھائی کو، پھوپھی کو دیکھا
۔ اشارہ کیا ۔ کہہ دو ۔ ہاں ۔ کہا ہے آؤ ۔ بچی کے آگے طشت
لایا گیا ۔ رومال اٹھایا گیا ۔ کوفہ میں زلزلہ آگیا ۔ بچی ہائے بابا کہہ کے
گر پڑی ۔ ابھی بات ختم نہیں ۔ سکینہ تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ تمہارا خاندان معجز
ہے ۔ میں تو تب جانوں کہ حسینؑ کا سر خود تیری گود میں آئے ۔ یہ سُننا تھا کہ جوش
آگیا ۔ جلال آگیا ۔ حیدر کی پوتی کو ۔ سر کو چھوڑ کر چند قدم پیچھے ہٹ گئی ۔ اور
بچھا ہوا کرتہ پھیلا دیا ۔ بابا جان ۔ میری محبت کا واسطہ ۔ پھوپھی زینبؑ
کی قید کا واسطہ ۔ بابا میری عزت کا سوال ہے ۔ مجھے دربار میں شرمندہ نہ کرنا ۔
حسینؑ کا سر اُڑ کر سکینہ کی گود میں آگیا ۔ کوفہ کے بام و در لرز گئے ۔ زلزلہ
آگیا ۔ آج کی مجلس کو میں اپنی طرف سے آپ کی طرف سے بانیانِ مجلس کی طرف
سے حضرت سکینہؑ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ۔ شہزادی ہماری حاضری کو قبول فرما
شہزادی ہم کربلا میں ہوتے تو تجھے قید نہ ہونے دیتے ۔ دربدر نہ ہونے دیتے ۔
اپنے باپ اور دادا سے ہماری سفارش کرنا کہ خدا ان گھروں کو آباد رکھے ۔ جن میں
سادات کے اُجڑے گھروں کا ماتم ہوتا ہے ۔ خدا تم سب کو سلامت رکھے ۔ بحق
محمدؐ و آلِ محمدؐ ۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ط
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ

فضائل — اضافۂ شکریہ

مصائب — دربارِ شام

باطل کو کچلنے کیلئے شام کی جانب
زینبؑ نہیں شبیرؑ کی تحریک چلی ہے

افسرؔ عباس زیدی

چونکہ میں بوجہ اپنی بیماری اور کمزوری کے مختصر وقت میں پڑھتا ہوں۔ زیادہ لمبی تقریر اب مجھ سے نہیں ہوتی۔ کسی زمانے میں دو اڑھائی گھنٹے پڑھ کے مجھے پتہ بھی نہیں چلتا تھا کہ پڑھا بھی ہے یا نہیں۔ اب دس پندرہ منٹ کے بعد تھک جاتا ہوں۔ تو اگر ایسا مضمون شروع کر دوں جو تھوڑے وقت میں پورا نہ ہو سکے تو پھر سامعین بھی بے لطف و بے حظ ہوتے ہیں اور مجھے بھی کوئی لطف نہیں آتا۔ اب میں کوشش کرتا ہوں اس بات کی کہ کوئی ایسی بات کہی جائے جو تھوڑے وقت میں پوری ہو سکے۔ تو بزرگانِ من۔ ایک بڑا پرانا مضمون تھا جو میں کبھی پڑھا کرتا تھا۔ ابھی جب میں یہاں آیا تو ذاکر صاحب پڑھ رہے تھے۔ مجھے وہ بات یاد آگئی۔ پہلے وہ میرے ذہن سے نکل چکی تھی۔ وہ ابھی مجھے یاد آگئی ہے۔ وہی میں شروع کر رہا ہوں۔ وہ مضمون ایسا ہے اسے جہاں ختم کر دو وہیں ختم ہے۔ جہاں شروع کر دو وہیں شروع ہے۔ وہ اس طرح کا ہے۔ آپ میری بات کو غور سے سنیں۔ اور میں آپ کو وہ سناتا ہوں۔

اس مضمون کی جو میں شروع کر رہا ہوں۔ جو تمہید ہے وہ شروع ہوتی ہے انسان سے۔ کہ انسان کے اندر انسان کے پیدا کرنے والے نے کتنی طاقتیں، قوتیں اور صلاحیتیں رکھی ہیں۔ گویا اس چیز سے شروع ہوتا ہے یہ مضمون کہ انسان میں خود کتنی صلاحیتیں، کتنی طاقتیں، کتنی قوتیں اور کتنے کام کرنے کے جذبے، خود انسان کے اندر، انسان کے خالق نے رکھے ہیں۔ اور پڑھے لکھے حضرات میں یہاں ایک لفظ کہہ کے آگے بڑھتا ہوں کہ انسان کے اندر ودیعت کردہ صلاحیتیں اور طاقتیں جن کا انسان کو خود علم نہیں کہ مجھ میں کتنی طاقتیں ہیں، اُن ساری انسانی طاقتوں کے

محل اور موقع کے مطابق عمل میں لانے کا نام اسلام ہے۔ سمجھے۔ اسلام انسان کی کسی طاقت کو معطل نہیں کرتا۔ بلکہ انسان کی طاقتوں کو صحیح طریقے سے استعمال میں لانے کا نام اسلام ہے۔ اسلام، طاقتوں کے تعطل کا نام نہیں۔ وہ طاقتیں جو انسان کے اندر ہیں انہیں صحیح طریقے سے استعمال کرنے کا نام ہے اسلام۔ گھبرا تو نہیں رہے۔ یہ ذرا خشک ہو گیا ہے نا مضمون۔ آپ گھبرائیں نہیں۔ تو میرے محترم سامعین ایک بات اور بھی کرتا چلوں آپ سے۔ یہ علم لغت کی بات ہے۔ زبان کی۔ آپ نے میری پہلی بات سن لی ہے جو اب تک میں نے کہی ہے۔ انسان کے اندر بے شمار طاقتیں اور قوتیں انسان کے خالق نے ودیعت کر دی ہیں۔ اتنی طاقتیں ہیں انسان میں کہ انسان ان طاقتوں کو گن ہی نہیں سکتا۔ اور ان تمام طاقتوں کو جو خالق نے انسان میں رکھی ہیں صحیح طور پر استعمال میں لانے کا نام اسلام ہے۔ توجہ فرمائی نا آپ نے۔ کسی طاقت کو معطل کرنا اسلام نہیں۔ ان طاقتوں کو صحیح استعمال کرنے کا نام اسلام ہے۔ اسے میں علم لغت یعنی زبان کے اعتبار سے ایک بات آپ سے عرض کرتا چلوں کہ عربی زبان میں طاقت کے کمال کو کہتے ہیں ملکہ۔ سنا ہے فلاں شخص کو اس کام میں ملکہ حاصل ہے۔ ملکہ کے معنی یہ ہیں کہ پوری طاقت حاصل ہے۔ تو عربی زبان میں ملکہ کا لفظ طاقت کے عروج کو کہتے ہیں۔ خوب۔ میری بات پر غور کیا آپ نے۔ اسی ملکے کو آپ مدنظر رکھتے ہوئے یہ سوچیں کہ جب اللہ نے انسان کو پیدا کیا تو کل ملائک کو حکم دیا کہ اس کے تابع ہو جاؤ۔ دنیا کی جتنی قوتیں اور فورسز تھیں ان سب کو حکم ہوا کہ تم انسان کے تابع ہو جاؤ۔ تمام طاقتیں ان کے تابع ہو گئیں۔ صرف ایک نفس انسانی کی طاقت تھی جو شیطان بن کے باغی ہو گئی۔ سمجھے نا حضور! اور جو اس طاقت پر بھی غالب ہو جائے۔ اپنے نفس انسانی کی طاقت پر۔ باقی طاقتوں پر غالب ہونے والا غالب کہلاتا ہے اور جو اپنے نفس

کی طاقت پہ غالب ہو جائے وہ غالب علی کُل غالب کہلاتا ہے۔ جو اپنے اوپر بھی غالب ہو جائے۔ بہر نوع تمام طاقتوں کا منبع و مرکز ہے یہ انسان۔ ان طاقتوں کو صحیح استعمال کرنا یہ ہے اسلام۔

اس تمہید کے بعد میں رُخ بدل کے آپ سے آسان طریقے سے بات کروں۔ جہاں اور ہزاروں طاقتیں انسان میں ہیں۔ وہاں یہ بھی ایک طاقت ہے انسان میں۔ وہ کسی حد پہ جا کر رُکنا پسند نہیں کرتا۔ یہ بھی ایک طاقت ہے۔ کسی حد پہ پہنچ کر بھی وہ رُکنا پسند نہیں کرتا۔ یہ بھی انسان میں ایک طاقت ہے۔ سمجھے نا حضور۔ یہ نہ سمجھیں کہ انسان چاند پہ جا کر رُک جائے گا۔ وہاں سے کوشش کرے گا کہیں اور جانے کی۔ یہ کسی حد پہ بھی رُکنا پسند نہ کرنا۔ کسی بھی حد پہ جا کر نہ رُکنا یہ بھی انسان کی ایک طاقت ہے جو انسان کے اندر موجود ہے۔ توجہ ہے نا میرے محترم سامعین۔ مثال کے طور پر جو کبھی میں آپ کو سمجھایا کرتا تھا۔ اور اب سمجھاتا ہوں۔ ایک بچہ مجھے کہتا ہے زیدی صاحب مجھے نوکر کرا دو۔ کتنی نوکری چاہیئے بیٹا۔ کہ یہی دس بیس پچاس روپے کی مل جائے گذارہ ہو جائے گا۔ آپ نے اسے سو روپے کی نوکری دلا دی۔ اس سے پوچھو بھائی بس۔ جی ہاں۔ آں ... سوا سو روپے ہو جائیں۔ اچھا اس کے ڈیڑھ سو ہو گئے۔ کہ بھئی بس۔ کہ ... آں ... جناب دو سو روپے ہو جائیں۔ اس کے آپ نے ہزار روپے ماہوار کرا دیئے۔ کہ بس؟ کہ آں ... آں ... دو ہزار .... کیا مجال جو کسی جگہ رُکتا ہوا انسان۔ یہ طاقت انسان میں ہے یا نہیں بھئی ؟ ہے۔ سمجھ میں آ رہی ہے نا بات؟ شاباش۔ تو میرے محترم سامعین اسے تم پچاس ہزار روپے ماہوار دینے دو۔ کہ بس؟ کہ ابھی کچھ اور۔ اسے آپ ایک ضلع دے دیں سالم، کہ بس۔ ؟ ابھی اور۔ کیا مجال جو اس کی ابھی اور ختم ہو جائے۔ یہ انسان میں طاقت ہے یا نہیں؟ اگر آپ نے اس چیز کو ذہن میں رکھا۔ بڑا اچھا عنوان ہے تقریر کا۔ اگر ذہن میں

رہا تو۔ کہ ابھی اور، کی طاقت ہر انسان میں موجود ہے۔ آپ، مجھ میں، سب میں یہ ہے۔ ایں ... ایں ... ابھی اور ... کہیں بھی پہنچ کے ایں ایں ابھی اور۔ اکثر میں یہ کہا کرتا تھا اور اب بھی یہ کہتا ہوں کہ اس ابھی اور جذبے نے انسان کو بڑھا بڑھا کے خدا بنا دیا۔ انسان جو خدا بن گیا نا، یہ ابھی اور میں تھا۔ سردار بنا۔ ابھی اور بڑا سردار بنا، ابھی اور۔ بادشاہ بنا، ابھی اور۔ شہنشاہ بنا، ابھی اور۔ ملک آگئے، ابھی اور۔ ایں ایں خدا بن گیا اب خدا بن کے اس نے بس نہیں کی۔ یہ سوچ رہا تھا کہ اب کیا بنوں کہ موت آگئی۔ اگر موت نہ آئی تو یہ کچھ اور بنتا۔ یہ موت نے آکے روک دیا۔ ورنہ خدا بن کے سوچ رہا تھا کہ ابھی وہ اور کیا بنے۔ آپ یقین فرمائیں یہ خدا بننے والے پاگل نہیں تھے۔ احمق نہیں تھے۔ پتہ تھا انہیں کہ خدا نہیں ہیں۔ یہ ان میں ابھی اور کا جذبہ تھا۔ جو انہیں خدا بنوا رہا تھا۔ ورنہ وہ کوئی احمق یا پاگل تھوڑے تھے۔ جانتے تھے کہ ہم خدا نہیں ہیں۔ مگر اس ابھی اور، والے جذبے نے بنوا دیا۔ اور ایک چیز نے اس کے سمندِ نازک پر مہمیز کر دی کہ پاس بیٹھنے والے جو تھے، انہوں نے کہا کہ حضور بجا۔ اس نے اُن کا دماغ خراب کر دیا۔ دو چیزیں انسان کا دماغ خراب کرتی ہیں۔ ایک اس کا جذبہ "ابھی اور ایک پاس بیٹھنے والوں کا کہنا کہ حضور بالکل درست ہے۔ حضور بالکل بجا ہے۔ وہ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ گویا اب یہ جا ہمارے پاس ہے ہی نہیں۔ جو بک دیا وہ بجا ہے۔ یہ پاس بیٹھنے والے بنا دیتے ہیں۔ بیچارے نمرود نے، بیچارے فرعون نے ہزاروں دفعہ کہا کہ بابا ہم نہیں بنتے خدا، ہم خدا نہیں ہیں۔ مگر پاس بیٹھنے والوں نے کہا کہ نہیں تمہیں بننا پڑے گا۔ بن گئے۔ بنا جو دیا۔ ان میں "اور" کا جذبہ تو تھا ہی۔ لوگوں نے بنا دیا۔ بن گئے۔ شروع شروع میں تو انکار کرتے تھے۔ پھر بن گئے۔ یہ انسان کا جذبہ ہے۔ تو ہر انسان میں" ابھی اور" کا جذبہ موجود ہے۔ آپ میں ہے نا "ابھی اور" کا جذبہ؟ ہیں؟ ہے؟ آپ لوگوں میں "ابھی اور" کا جذبہ ہے؟

یہ انسان کی عادت ہے جو کثرتِ استعمال سے فطرت بن جاتی ہے ۔ یہ انسان کی فطرت نہیں عادت ہے ۔ تو اس کی توجیہات علماء نے بہت کی ہیں کہ یہ انسان کی ابھی اور کی علت کیوں ہے ؟ تو اس کی ایک سیدھی سی بات میں آپ کو بتا دوں ۔ انسان میں جو ہوس ہے "ابھی اور کی" اس ہوس کا مرکز ہے انسان کا دماغ ۔ دل میں ہوس نہیں ہوتی ، دماغ میں ہوس ہوتی ہے ۔ دماغ انسان کے سر میں ہے ۔ اور انسان کا سر ہے پیالے کی شکل کا ۔ یہ پیالہ ہے اُلٹا ۔ دیکھو نا ، اُلٹا پیالہ ہے یا نہیں ؟ اور اُلٹے پیالے میں چاہے تم سمندر بھر دو ، یہ خالی رہے گا ۔ اس لئے ابھی اور چلاتا ہے ۔ جب قبر میں جائیگا ۔ کیڑے کھائیں گے ' اُلٹا پیالہ سیدھا ہوگا ۔ تب اگر اور نہ کہے تو نہ کہے ۔ یہاں تو کہتا ہی رہے گا ۔ جب تک یہ پیالہ اُلٹا ہے ۔ انسان کا یہ جذبہ ابھی اور رہے گا ۔ اور یاد رکھو ، جتنی جنگیں جتنی لڑائیاں ، جتنی مقدمے بازیاں ، جتنے فساد ، جتنے جھگڑے دنیا میں ہو رہے ہیں ۔ ان سب کا اگر آپ کھوج لگائیں تو نتیجہ یہی ' ابھی اور ' کا ہی نکلے گا ۔ یہ سارا جذبہ ابھی اور ہے جو انسان کو لڑائیوں ، جھگڑوں اور فساد پہ آمادہ کر دیتا ہے ۔ یہ جذبہ ہے ابھی اور کا ۔ اب میں دوسری طرف رُخ بدلتا ہوں اس بات کا ۔

میرے محترم سامعین ! جس خدا نے ہمارے اندر ابھی اور کا جذبہ پیدا کیا ہے اور جس خدا نے ہمیں فتنہ و فساد سے منع کیا ہے ۔ ایک طرف ابھی اور پیدا کر دیا ۔ ایک طرف کہہ دیا خبردار فساد نہ کرنا ۔ سمندر میں پھینک کے کہنا کہ دامن تر نہ ہو یہ بتاؤ ہمارا سخت امتحان ہے کہ نہیں ؟ ہم اسی خدا سے پوچھتے ہیں کہ ایسی کوئی تدبیر بتا کہ ہمارا ابھی اور کا جذبہ بھی پورا ہوتا رہے ۔ اور دنیا میں فساد بھی نہ ہو ۔ سمجھ میں آ رہا ہے نا صاحبان کے بچے ۔ اسے میں نے مختصر کیا ہے بات کو ۔ اللہ نے کہا تو بتاتا ہوں میں تمہیں طریقہ ۔ جس سے تمہارا ابھی اور کا جذبہ بھی پورا ہوتا رہے ۔ اور فساد بھی نہ ہو ۔ آپ گھبرائے تو نہیں اس بات پہ ؟ ۔ نہیں ہے ۔ مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ دس بیس آدمی میری بات بڑی غور سے

سن رہے ہیں ـــ باقیوں کا مجھے پتہ نہیں ـــ ابھی اور کا جذبہ بھی پورا ہوتا رہے اور دنیا میں فساد
بھی نہ ہو ـــ اس کا طریقہ اللہ نے یہ بتایا کہ سنو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں، اگر تمہیں میرے وعدے
پہ یقین ہو ـــ پتہ نہیں اللہ کے وعدے پہ لوگوں کو یقین ہے کہ نہیں ـــ یہ مجھے پتہ نہیں
ـــ کیوں جی آپ کو یقین ہے؟ ہیں؟ اللہ کے وعدے پہ یقین ہے؟ پتہ نہیں ہے یا نہیں
ـــ اپنے دل کی گہرائیوں میں سوچ کے مجھے جواب دو ـــ اللہ کے وعدے پہ یقین ہے؟
ہیں؟ ویسے ہی نہ کہہ دینا سچ سچ بتانا ـــ ہے نا یقین اللہ کے وعدے پہ ـــ یقین ہے
تو وہ تم سے وعدہ کرتا ہے اللہ ـــ کہ اگر تم ابھی اور کا جذبہ پورا کرنا چاہتے ہو ـ تو میں
تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ "لان شکرتم لازیدنکم" ـــ اگر ایک نعمت کے ملنے
پر تم شکر ادا کرو گے میں اللہ تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس میں اور اضافہ کرونگا ـــ
تمہارے جذبہ ابھی اور کا میرا ذمہ رہا ـــ اور چونکہ اضافہ میرے ذمہ ہے، میری عطا لامحدود
ہے ـــ تمہارا ابھی اور تھک جائیگا میری عطا نہیں تھکے گی ـ میرے ذمہ ڈالو اس بات
کو ـــ میں تمہیں عطا کرونگا ـــ تمہارا اور کا جذبہ میں پورا کرونگا، نعمت کا شکر تم ادا
کرو ـــ ابھی اور میں تمہیں دیتا رہونگا ـــ توجہ ہے نا صاحبان؟ قبلہ بڑے اختصار
کے ساتھ چلنا پڑ رہا ہے ـــ بات بھی ہو جائے اور میں تھک بھی گیا ہوں ـــ اب مثلاً
اس نے نعمت دی ہے ہمیں آنکھوں کی ـــ اس کا شکر ادا کرو ـــ اس کا شکر یہ نہیں ہے
کہ آنکھوں پہ ہاتھ پھیرا ـــ یا اللہ تیرا شکر ہے ـــ یہ لفظوں کے شکر سے اللہ مطمئن
نہیں ہوتا ـــ شکر کے معنی ہیں اس کی ہر دی ہوئی طاقت کو اسی طرح استعمال کرو جس طرح
وہ چاہتا ہے ـــ بس یہ ہے اس کا شکر ـــ آنکھوں سے دیکھو ـــ لازماً دیکھو ـــ
ضرور دیکھو ـــ انہیں بند نہ کرنا ـــ یہ بند کرنا تو کفرانِ نعمت ہے ـــ آنکھیں بند
کر کے کوئی بیٹھا رہے ـــ مگر وہاں دیکھو جہاں وہ چاہتا ہے ـــ وہاں مت دیکھو جہاں
وہ نہیں چاہتا ـــ ابھی آپ نے وعدہ کیا تھا کہ ہمیں اللہ کے وعدے پہ یقین ہے ـــ

آپ اپنی آنکھوں سے وہ تو نہیں دیکھتے جہاں وہ چاہتا ہے کہ نہ دیکھو ۔۔۔ یہ کفرانِ نعمت ہو جائے گا ۔۔۔ آپ کے شہر میں نہیں ۔۔۔ توبہ توبہ یہ تو مسلمانوں کی بستی ہے ۔۔۔ لاہور جیسے شہروں میں جا کے دیکھیں قطاریں لگی ہوئی ہیں دیکھنے کے لئے ۔۔۔ سڑک پہ ٹریفک رکا ہوا ہے ۔۔۔ قطاریں لگی ہوئی ہیں ۔۔۔ دیکھنے کے لئے ۔۔۔ قطار کیوں لگی ہوئی ہے، کہ ہم نے ٹکٹ لینا ہے دیکھنے کے لئے ۔۔۔ یہ معلوم ہو رہا ہے کہ جنت کا ٹکٹ بک رہا ہے ۔۔۔ ٹوٹے پڑ رہے ہیں ایک دوسرے کے اوپر دیکھنے کیلئے ۔۔۔ سارا دن کارخانہ میں مزدوری کی پانچ روپے کما کے لائے ۔۔۔ تین روپے کا ٹکٹ لے لیا، ایک روپے کی سگریٹ پی لی ۔۔۔ وہاں دیکھنے کے لئے ۔۔۔ آٹھ آنے کا کچھ کھا لیا وہاں دیکھنے کے لئے ۔۔۔ تین چار آنے لے کر گھر آئے ۔۔۔ بیوی بچوں نے کھانے کے لئے مانگا ۔۔۔ وہاں ہیں نہیں پیسے ۔۔۔ وہ تو خرچ کر آئے تھے ۔۔۔ صبح کو جلوس نکال لیا زندہ باد مُردہ باد برکت نہیں ۔۔۔ ہائے اد کمیونسٹ ہو جاؤ ۔۔۔ اللہ کو بھول جاؤ ۔۔۔ برکت نہیں رہی ۔۔۔ برکت کا رونا رونے والو ۔۔۔ کبھی اپنی حرکت بھی دیکھی ۔۔۔ کمائی کے پیسے تو وہاں ضائع کر آئے ۔۔۔ یہاں یہ کر لیا ۔۔۔ اللہ نے کب منع کیا ہے دیکھنے کو ضرور دیکھو ۔۔۔ مگر وہ دیکھو جو وہ چاہتا ہے ۔۔۔ وہ مت دیکھو جو وہ نہیں چاہتا ۔۔۔ بزرگانِ من ! پیروں سے چلو ۔۔۔ پیر چلنے کے لئے ہیں ضرور چلو ۔۔۔ کون کہتا ہے کہ نہ چلو ۔۔۔ اِدھر چلو جدھر وہ چلانا چاہتا ہے ۔۔۔ اگر تم پیروں سے پورا کام لو ۔۔۔ دوڑو، بھاگو ۔۔۔ بلندیوں پہ چڑھ جاؤ، پہاڑوں پہ چڑھ جاؤ ۔۔۔ اگر ہماری مرضی کے خلاف ہو تو ہم کیا کریں ۔۔۔ چلو اُدھر جدھر ہم چلانا چاہتے ہیں ۔۔۔ سمجھے ۔۔۔ ہاتھوں سے ضرور کام لو، انہیں معطل نہ کرو ۔۔۔ یہ خدا کی نعمت ہے ۔۔۔ اسے باندھ کے رکھنا کفرانِ نعمت ہے ۔۔۔ ان سے کام لو، ہاتھوں سے ۔۔۔ یہ تمہارے کام کے لئے پیدا کئے ہیں ۔۔۔ اللہ نے تمہیں ہاتھ دیئے ہیں انہیں معطل نہ کرو ۔۔۔ انہیں خراب نہ کرو ۔۔۔ وہ کام کرو جو اللہ چاہتا

ہے ــــ ورنہ یہ زبان بڑی نامراد شے ہے قبلہ ــــ سمجھے ــ اس کی بڑی احتیاط رکھنا ــــ سارے اعضاء میں سب سے زیادہ خطرناک شے ہے ــ زبان ــ اسی لئے اللہ نے اسے حوالات میں بند رکھا ــ دانتوں کا پہرا سامنے کھڑا کیا ــ حضور ــ ہونٹوں کے پھاٹک لگائے ــــ دھن کے قفل میں بند کیا ــ کہیں بے موقع گھر سے نہ نکل آئے ورنہ فساد ہوگا ــــ یہ گھر کے اندر رہے ــ اگر یہ کہیں گھر سے نکل آئی بے موقع تو جنگ ہوگی فساد ہوگا ــ لڑائی ہوگی" ــ جو گھر میں رہنے کے لئے ہے وہ گھر ہی میں رہے تو ٹھیک ہے ــ اللہ یہی چاہتا ہے ــ زبان کی پوری احتیاط رکھنا ــ ورنہ کیا فائدہ فساد ہوگا خواہ مخواہ کے لئے ــ ہے نا صاحبان ــ ہمارے یو۔پی میں محاورہ تھا ــ ہمارے دیہات میں ــ کہ "آدمی کا سر اٹھ کے صبح، آدمی کی زبان سے کہتا ہے ہاتھ جوڑ کے کہ دیکھنا زبان تو تو بول کے اندر چلی جائے گی میری شامت آئے گی ذرا خیال رکھنا" ــ یہ بات ہے حضور ــ یہ اللہ کی دی ہوئی نعمت ہے زبان اسے ضرور استعمال کرو، ضرور بولو ــ مگر وہ بولو جو وہ چاہتا ہے، وہ مت بولو جو وہ نہیں چاہتا سمجھے ــ تو اللہ کی نعمت کا شکر یہ ہے جو اس کے منشاء کے مطابق اس کی نعمتوں کو استعمال کرے ــ تو یہ ہے نا صاحبان! ــ یہ تو ہوگیا میرا وعظ ــ اگر آپ گھبرائے نہیں تو اب میں اس کا پھر رُخ بدلوں تقریر کا ــ اسے مختصر کرنا ہے ساری بات کو ــ یہ آیت جو ہے کہ شکر کروگے تو نعمت میں اضافہ ہوگا یہ کس پہ نازل ہوتی ہے ــ یہ آیت مجھ پہ، آپ پہ، ہم پہ نازل ہوئی ــ ہیں ــ اللہ چاہتا تو ہم پر بھی کوئی آیت نازل کر دیتا؟ نہیں، قطعاً نہیں ــ اللہ چاہے بھی تو نہیں کرسکتا ــ اللہ ایسی بات چاہتا ہی نہیں جو نہ ہو ــ ہاں اللہ کیوں چاہے ایسی بات جو نہ ہو ــ تو یاد رکھو میرے بزرگ اللہ جیسا قادر مطلق جس کی قدرت میں کوئی شک نہیں ہم تک پہنچنے کے لئے رسولؐ کو وسیلہ بناتا ہے ۔ تو ہم اللہ تک بے وسیلہ کیسے پہنچیں ــ جب اللہ ہم تک بے

وسیلے کے نہ پہنچا تو وسیلہ ہونا عیب کی بات نہیں ہے — سمجھے ؟ خیر یہ الگ مضمون ہو جائے گا۔ اسے میں چھوڑتا ہوں —

تو یہ آیت نازل ہوئی رسولؐ پر کہ — تم شکر کرو گے تو میں اضافہ کر دوں گا۔ یہ بتاؤ اس آیت کی تعمیل رسولؐ نے بھی کی یا نہیں — شکر کیا ہوگا انہوں نے — ہی — اور شکر کر کے — اللہ نے اپنے حسب وعدہ اضافہ کر دیا — اللہ کا وعدہ ہے — اب چاروں طرف نظر ڈال — جتنی نعمتیں اللہ نے دی تھیں رسول کو، وہ پہلے ہی دن اتنی حد کی دے دی تھیں ان میں اضافے کی گنجائش ہی نہیں تھی — اب رسولؐ سوچیں کہ اس کا شکر کر کے اضافہ کس شے کا کر دوں — میرے پاس جو نعمتیں ہیں وہ پہلے ہی اس حد کی ہیں ان میں اضافہ ہو سکتا ہی نہیں — بتاؤ بھئی، اللہ نے رسولؐ کو سیادت دی تھی — اس سے بڑھیا اور کوئی سیادت ہو سکتی تھی ؟ — شرافت دی تھی اس سے بڑھیا شرافت ہو سکتی ہے؟ خلق دیا تھا — اس سے بڑھ کر کوئی خلق ہو سکتا ہے ؟ انسانیت دی تھی اس سے بڑھ کر کوئی انسانیت ہو سکتی ہے ؟ — سب سے بڑی نعمت رسالت دی تھی — وہ پہلے ہی ایسی دی تھی کہ ختم کر بیٹھا — اور ہے ہی نہ تھی اس کے پاس — کس چیز کا شکریہ ادا کرے جو اس میں اضافہ ہو جائے توجہ ہے نا صاحبان ! جہاں جہاں بیٹھے ہو صاحبانِ ذوق — ایک نعمت تھی رسولؐ کے پاس ایسی کہ جس کا شکریہ ادا کر کے وہ اس میں اضافہ کر سکتے تھے — اضافہ بھی طُولی نہیں، عرضی — ایک اضافہ عرضی ہوتا ہے ایک طُولی — طُولی تو اضافہ ختم ہو چکا تھا — عرضی اضافہ اس میں کر سکتے تھے — وہ کیا تھی — وہ تھی نعمتِ عصمت ! توجہ ہے نا صاحبان ؟ اللہ نے رسولؐ کو معصوم بنایا تھا یا نہیں ؟ نعمتِ عصمت — یہ عصمت جو ہے میرے بھائیو — یہ کلیۂ مشکک ہے — کلیۂ مشکک اسے کہتے ہیں جو ہر جگہ یکساں نہ ہو۔ اُسے کہتے ہیں کلیۂ مشکک — جس طرح ہے لفظ سفید — تو بتاؤ یہ میرے کُرتے کا کیا رنگ ہے ؟ سفید — اور یہ جو کُرتا پہنے ہوئے ہیں اس کا رنگ کیا ہے ؟ — سفید — کیا دونوں کا رنگ یکساں ہے ؟ حالانکہ دونوں سفید ہیں — اور یہ رنگ کیا ہے ؟ سفید — حالانکہ یہ سب سفید ہیں — مگر کہیں زیادہ ہے کہیں کم

بولیں گے سبکے کو سفید ـــ اسی طرح عصمت ہے سب معصوم ہیں، کہیں زیادہ کہیں کم ـ آدمؑ کی عصمت اور ہے، عیسیٰؑ کی عصمت اور ہے، محمدؐ کی عصمت اور ہے ـ آپ آدمؑ کی عصمت کا قیاس محمدؐ کی عصمت پہ نہ کریں ـ وہاں ترکِ اولیٰ کی گنجائش ہے، یہاں نہیں ہے ـ اسے اُردو زبان میں یوں ادا کرو کہ انبیاء کی عصمت میں اور چودہ معصوم کی عصمت میں یہ فرق ہے کہ انبیاء وہی کام کرتے ہیں جو ٹھیک ہو، غلط کام کرتے ہی نہیں ـ وہی کرتے ہیں جو ٹھیک ہو ـ پہلے وہ تلاش کرتے ہیں "ٹھیک ـــ پھر کرتے ہیں" ـ اور چودہ معصومؑ جو کر دیں وہ ٹھیک ہو جاتا ہے ـ بس یہ فرق ہے ان کی عصمت میں ـــ سمجھے حضورؐ! وہ پہلے ٹھیک تلاش کر کے کرتے ہیں ـ یہ جو کر دیں وہ ٹھیک ہے ـ جو کہہ دیں وہ ٹھیک ہے ـ جو کر دیں وہ ٹھیک ہے ـ توجہ ہے ناصاحبان عصمت، اللہ نے دی تھی رسولؐ کو ـــ اس عصمت کا شکریہ ادا کرنا تھا رسولؐ کو ـــ اس عصمت کا شکریہ ادا کرنا تھا ـ پوری توجہ صاحبان شکریہ زبان سے نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ تیرا شکر ہے ـ شکریہ کے معنیٰ میں نے ابھی بتلائے ہیں ـــ اس طرح برتو جس طرح اللہ چاہتا ہے ـ تو رسولؐ نے عصمت کو اس شان سے برتا کہ دشمن سے دشمن بھی مان گیا کہ صادق ہے اور امین ہے ـــ یہ عصمت کی نعمت کو برتنا تھا ـ اسی صداقت اور امانت کے مجموعے کو عصمت کہتے ہیں ـ اور کیا ہے؟ افعال میں عصمت ہو تو امین ہے ـــ قول میں عصمت ہو تو صادق ہے ـ قول و فعل کی عصمت کو صداقت و امانت کہتے ہیں ـ گویا دنیا مان گئی کہ معصوم ہے ـ ابھی رسولؐ نہیں کہا تھا ـــ یہ نعمتِ عصمت کا استعمال تھا یا نہیں تھا ـــ توجہ ہے نا صاحبان ـ بات کو نہ بڑھاؤں ـ مختصر رکھوں ـــ دیر نہ ہو جائے ـــ چالیس سال مسلسل نعمتِ عصمت کا اس انداز سے شکریہ ادا کیا کہ کائنات مان گئی ـــ وہ دشمن مان گئے کہ صادق بھی ہے اور امین بھی ہے ـــ اتنا شکریہ جس نے ادا کیا ہو عصمت کا ـــ اللہ کو حسبِ وعدہ اس میں اضافہ کرنا چاہیئے یا نہیں ـــ عصمت میں ـ اب رسولؐ کی عصمت اتنی ہے ـ طولاً تو اس میں اضافہ ہو نہیں سکتا ـ عرضاً ہو سکتا ہے ـــ اللہ نے کہا سن محمدؐ میں اپنے اضافے کے وعدے کو پورا کرتا ہوں اس طرح ـــ تو اپنی عصمت کا شکریہ ادا کر ـ میں اس شکریے میں اضافے کے طور پہ تجھے ایک اور عصمت عطا کرتا ہوں جس کا نام ہے ـ فاطمہؑ ـ گویا سیدہ طاہرہ بیٹی جو رسولؐ کو ملی ہے، شکریۂ عصمت کے اضافے میں ملی ہے ـــ اور

بیٹیوں کی بات اور ہے، اس بیٹی کی بات اور ہے ـــــ اگر رسولؐ کے تھیں بھی اور بیٹیاں،
اس جھگڑے میں نہیں پڑتا ـــ وہ تھیں یا نہیں تھیں ـــ کوئی کہتا ہے چار تھیں ـــ میں
کہتا ہوں چار سو بیس ہوں چلو ـــ جھگڑے کی کیا بات ہے؟ چار کروڑ تھیں ـــ مگر شکریۂ
عصمت کے اضافے میں جو بیٹی ملی اس کا نام ہے۔فاطمہؑ ـــ یہ رسولؐ کو شکریۂ عصمت
کے اضافے میں ملی ہے۔ اس کا نام ہے فاطمہؑ ـــ توجہ ہے ناصاحبان ـــ اور چونکہ شکریۂ
عصمت میں اضافہ ہو کے ملی ہے ـــ لہٰذا اس کی عصمت کی شان اور ہے، محمدؐ کی عصمت
کی شان اور ہے ـــ آپ کہیں گے کہ عورتوں میں مریم بھی معصومہ تھی ـــ وہ تو تھیں
مگر ان کی عصمت کسی شکریہ میں نہیں ملی تھی اُس کو ـــ عطیۂ الٰہی تھا اس میں ـــ عصمت
کی اتنی ہی مقدار تھی کہ بس ایک پُشت چل کے عیسیٰؑ تک ختم ہوگئی ـــ اور یہ شکریۂ
عصمت میں ملی ہوئی عصمت تھی جو سیدہ کی شکل میں ملی تھی ـــ توجہ ہے ناصاحبان!
ـــ اور یہ شرف اللہ نے اس شکریۂ عصمت کو عطا کیا تھا کہ قیامت تک اس کی پیدا ہونے
والی نسل معصوم تو نہیں ہوگی مگر بے حکومت کے "شاہ" کہلائے گی ـــ ہے یا نہیں
حضورِ والا؟ ـــ کہلاتی ہے کہ نہیں کہلاتی؟ بغیر سرداری کے سیّد کہلائے گی ـــ
دُنیا اُن کے پیر چھونا فخر سمجھے گی ـــ یہ اس لئے کہ شکریۂ عصمت کا صلہ ہے حضورِ والا۔
ـــ اگر پیسے پاس ہوں گے تو امیر کہلائیں گے، کچھ نہیں ہوگا تو پہنچے ہوئے فقیر کہلائیں گے
ـــ مر جائیں گے تو پیر کہلائیں گے ـــ یہ شرف یاد ہے شکریۂ عصمت کا ـــ تو
سیدہ طاہرہ، عصمت کے شکریئے کے طور پہ ملی ہے۔

میرے محترم سامعین! ـــ اب رسولؐ چاہتا ہے کہ اس نعمت کا بھی شکریہ
ادا کروں، تاکہ اللہ اور اضافہ کرے اب فاطمہؑ کی نعمت کا کس طرح شکریہ ادا کیا اُس نے
ـــ بڑے اختصار کے ساتھ بات کرتا ہوں ـــ بیٹی چلی آرہی ہے ـــ اگر نری بیٹی
ہوتی تو بیٹھے رہتے ـــ چونکہ اضافۂ شکر تھا لہٰذا اس کے لئے شکریہ یوں ادا کیا

کہ بیٹی کی تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے ۔۔۔ تعظیم کو اُٹھنا اس نعمت کا شکریہ تھا۔
اللہ نے دیکھا ۔۔ تم نے اس نعمت کا شکریہ ادا کیا ۔۔ لاؤ ہم نعمت کا اور اضافہ کر دیں۔
فاطمہؑ کی تعظیم کے لئے اٹھے ۔۔۔ اللہ نے ایک نعمت حسنؑ کی شکل میں دے دی، لو ۔۔۔
یہ شکریۂ نعمت کا صلہ ہے جو ہم تمہیں ادا کرتے ہیں ۔۔۔ توجہ ہے نا صاحبان ۔۔۔ اب
یہ فاطمہؑ والے شکریہ میں اضافہ ہو کر حسنؑ والی نعمت ملی ۔۔۔ پوری توجہ صاحبان ۔۔۔
رسولؐ نے کہا لاؤ اس نعمت کا بھی شکریہ ادا کر دوں گا ۔۔۔ اس کا شکریہ کس طرح ادا کیا۔
نماز پڑھانے جا رہے تھے عید کی ۔۔۔ حسنؑ جو نعمت کا شکریہ ملا تھا اسے بٹھا رکھا تھا
کندھے پر ۔۔۔ زلفیں اسے پکڑا رکھی تھیں ۔۔۔ لو بیٹا چلو ۔۔۔ یہ ہے شکریۂ نعمتِ
حسنؑ جو مجمعِ عام میں رسولؐ ادا کر رہے تھے ۔۔۔ اللہ کو یہ ادا پسند آگئی ۔۔۔
محمدؐ تو نے حسنؑ کی نعمت کا خوب شکریہ ادا کیا ۔۔۔ ہم اضافہ کر کے تمہیں حسینؑ دے دیں۔
اللہ نے اضافہ کر کے حسینؑ دے دیا ۔۔۔ حسینؑ جو نعمت ملی ۔۔ کہ اس کا بھی شکریہ ادا
کروں گا ۔۔۔ فاطمہؑ کا شکریہ محض تعظیم کر کے ۔۔۔ حسنؑ کی نعمت کا شکریہ یہ تھا کہ نماز
کو جاتے وقت کندھے پہ بٹھا لیا ۔۔۔ نماز کو جاتے ہوئے، نماز میں نہیں ۔۔۔ نماز کو
جاتے ہوئے ۔۔۔ حسینؑ نامی نعمت ملی تو شکریہ کا انداز بڑھ گیا ۔۔۔ اسے جاتے ہوئے
نہیں ۔۔۔ عین نماز میں، سمجھے ۔۔۔ سجدہ میں یہ شکریہ ادا ہو رہا تھا ۔۔۔ اور فقرہ میں کہتا
ہوں صاحبانِ ذوق ۔۔۔ یہ آپ کے ذوق پر منحصر ہے ۔۔ حسینؑ کی نعمت کا جو شکریہ ادا
کیا ۔۔۔ وہ عین نماز میں ۔۔۔ نماز میں بھی رکوع میں نہیں، قیام میں نہیں ۔۔۔ سجدے میں
پشت پہ بٹھا لیا حسینؑ کو ۔۔۔ یہ حسینؑ نامی نعمت کا شکریہ تھا ۔۔۔ کہاں شکریہ ادا
ہوا؟ سجدہ میں ۔۔۔ کہاں؟ عبادت میں ۔۔۔ چونکہ اس شکریہ میں عبادت اور سجدہ
دونوں شامل ہیں ۔۔۔ اب جو اضافہ بھی ہوگا اس میں سجدہ بھی ہوگا اور عبادت بھی ہوگی ۔۔۔
لہٰذا حسینی نعمت کے شکریے میں جو ملا وہ سید الساجدین بھی تھا اور زین العابدین بھی

ــــ یہ شکریہ نعمت میں مل رہا تھا ــــ وہ سید الساجدینؑ تھا اور زین العابدینؑ بھی تھا جو
اللہ نے شکریۂ نعمت میں عطا فرمایا ــــ اب جب یہ نعمت مل گئی سید الساجدینؑ، زین
العابدینؑ والی تو رسولؐ نے کہا لاؤ وہ بھی شکریہ ادا کر دیں ــــ اس کا شکریہ ادا کیا تو اللہ
نے کہا محمدؐ سنتے بھی ہو، اس شکریے میں ہم تمہیں محمدؑ ہی نہ دے دیں؟ محمدؐ کے شکریے میں
محمدؑ مل گیا جس کو آپ محمد باقرؑ کہتے ہیں ــــ سمجھے حضور ــــ اس نے کہا ــــ یا اللہ تیرا شکر ــــ
اس نے کہا اچھا ــــ یہ لسان صدق سے شکر یہ ہے نا؟ تمہیں صادق نہ دے دیں ــــ اللہ
نے جعفر صادقؑ دے دیا ــــ شکریے ملتے جا رہے ہیں ــــ رسولؐ کا شکر چلتا رہا، اللہ
کا اضافہ چلتا رہا ــــ چلتے چلتے جب گیارہویں پہ پہنچے ــــ اب تو اللہ کو اپنے خزانے
کا جائزہ لینا پڑا ــــ یہ تو شکر ختم ہی نہیں ہوتا ــــ یہ تو مجھے اضافہ کرنا پڑے گا ــــ
کہا محمدؐ! سنتے بھی ہو ــــ اب بالمقطع طے کر لو ــــ بار بار نہیں ــــ گیارہویں
تک تو ہم دیتے رہے ــــ آج سے بالمقطع سودا کر لو ــــ کہ کیا؟ تمہارا شکریہ دائم
ہے ہمارا اضافہ "قائمؑ" رہے ــــ آج یہ چیز ہو جائے ــــ ہمارا عطیہ قائمؑ ہو اور تمہارا شکریہ
دائم ہو ــــ جاؤ ہم تمہیں یہ چیز عطا کرتے ہیں ــــ توجہ ہے نا صاحبان؟ بہت اچھا یا اللہ دے
دے ــــ اب ایسا عطیہ دونگا، جو قیامت تک قائمؑ رہے گا ــــ سمجھے نا حضور؟ ــــ
میرے محترم سامعین ــــ میں شور کوٹ پھر کبھی آؤنگا یا نہیں ــــ ویسے ہی زندگی کا بھروسہ
نہیں اور ہم تو اس منزل پہ پہنچ گئے ہیں جہاں بھروسہ رہا ہی نہیں لہٰذا کیوں نہ چلتے وقت آپ کو
یہ بات کہتا جاؤں کہ خدا کا شکر ادا کرو ــــ اللہ کا احسان مانو ــــ مانوگے؟ کہ خدا نے
تمہیں قائمؑ جیسا امام دیا ــــ ماشا اللہ چشم بد دور ــــ مومنین خدا تمہیں مبارک کرے
کہ تم بے امامؑ نہیں ہو ــــ اللہ نے تمہیں امامؑ عطا فرمایا ہے ــــ تمہارا امام قائمؑ جیسا ہے
ــــ ہے نا؟ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے ــــ محمدؐ، اللہ کا رسول ہے ــــ "تھا" ــــ تو
نہیں ــــ اور بارہواں امامؑ؟ ہمارا امامؑ ہے ــــ "تھا" تو نہیں ــــ ہمارا امامؑ ہے ــــ

خدا ہے، رسولؐ ہے، ہمارا امامؑ ہے ___ اس لئے ہمارا وجود ہے ___ دُنیا نے ہمیں، فنا، کرنے کی کوشش کی ___ مگر نہیں ___ "ہم ہیں" ___ اور ہیں اس لئے کہ ہمارا وارث ہے، ہمارا امامؑ ہے ___ یہ شعبان کا مہینہ ہے حضور ___ اور شعبان کی مناسبت سے یہ دو چار جملے آپ سے کہہ دوں کہ خدا کے فضل سے ہمارا امامؑ ہے ___ بولو ___ ہے ___؟ اسی امام کے ہونے کی وجہ سے ہم دنیا کے سامنے سینہ تان کے کہتے ہیں کہ دنیا والو کیا یاد کرو گے ہم ہیں امامیہ ___ اور کوئی فرقہ دنیا امامیہ نہیں ___ ہم ہیں امامیہ ___ سمجھے ___ امامیہ؟ کے کیا معنی؛ امام والا ___ جیسے لاہوریا ___ امامیہ، امام والا ___ سمجھے ___ ہم ہیں امامیہ ___ اور کوئی دنیا میں امامیہ نہیں ___ ہم ہیں امامیہ ___ وجہ اس کی یہ ہے کہ بے امام تو کوئی انسان نہیں دنیا کا ___ کس سے آپ پوچھیں کہ بھئی مسلمان! بتا نا تیرا امام کون ہے ___؟ وہ بڑے ادب سے کہے گا ___ ماشاء اللہ چشم بد دور ___ میرے امام فلاں بزرگ رحمۃ اللہ علیہ تھے ___ سمجھے؟ ___ کہ بھئی تمہارا امام کون ہے؟ ___ کہ میرے امام فلاں بزرگ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تھے ___ کوئی اپنے امام کے ساتھ سوائے "تھے" کے نہیں کہتا ___ یہ ہم ہیں کہ سینہ تان کے کہتے ہیں کہ کوئی ہم سے پوچھ کے دیکھے ___ ہمارا امامؑ "ہے" ___ دُنیا کے امام تھے ___ ہمارا امامؑ "ہے" ___ اس لئے ہم امامیہ ہیں ___ دنیا کے لئے امامیہ نہیں کہ ان کے امام "تھے" ___ ہمارا امامؑ ہے ___ توجہ ہے نا صاحبان ___ اور یہ شکریہ نعمتِ رسولؐ میں چلا ہوا ہے ___ اس نے کبھی ختم نہیں ہونا ___ ہمارا امام خدا کے فضل و کرم سے ہے ___ ہمارا امامؑ ہے ___ موجود ہے ___ کہاں ہے؟ غائب ___ ویسے ہر جگہ ہے ___ غائب ہے ___ اس کی غیبت کا فقرہ سن لو اور پھر میں بیٹھ جاؤں گا قبلہ ___ حضور امام علی نقی علیہ السلام ہمارے دسویں امام کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ حضور وہ امام جو آخری امام ہوگا ___ جو دائم و قائمؑ ہوگا، ذرا اس کی صفت تو بیان کریں کہ کس شان کا ہوگا ___ اب جناب لطافت کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں ___ جنہیں ان لطافتوں کا لطف ہے

بیان کرنے والی ہو معصومؑ کی زبان ـــ امامؑ بیان والا ہو ـــ امامؑ کی فضیلت ہو ـــ پھر اس کے اندر کتنی لطافتیں ہونگی ـــ یہ وہی جانتے ہیں ـــ ہم تو اس کا اُردو ترجمہ بھی نہیں کر سکتے صحیح ـــ امام علی نقی علیہ السلام فرماتے ہیں ـــ ہمارے امام کے متعلق کہ کیا پوچھتے ہو اپنے امام کی شان ـــ

"صاحب الدعوۃ النبویہ وصولت الحیدریہ"

تمہارا امامؑ اسی طرح دین کی دعوت دیتا ہے جس طرح اس کا جد رسولؐ دعوت دیتا تھا۔ وصولت الحیدریہ ـــ اس کا اقبال حیدر کرارؑ جیسا ہے ـــ وعصمت الفاطمیہ، اس کی عصمت فاطمہ کبرٰا جیسی ہے ـــ وحلم الحسنیۃ، حسنؑ جیسا اس کا حلم ہے۔ وشجاعت الحسینیۃ، اور حسینؑ جیسی اس کی شجاعت ہے ـــ اور چلتے چلتے ـــ آپ صفت بیان کرتے کرتے گیارہویں پہ پہنچے ـــ والھیبۃ العسکریہ، حسن عسکری جیسی اس کی ہیبت ہے ـ یہاں آکے آپ نے رُک کے فرمایا ـ تم اُس کی غیبت پوچھتے ہو ـــ والغیبۃ الالہیہ ـ اللہ جیسی اس کی غیبت ہے ـ اب بتاؤ اللہ کسی جزیرے یا غار میں غائب ہے ـــ اللہ کسی مکان میں غائب ہے ـــ اللہ ہر جگہ ہے اور غائب ہے ـــ اسی طرح وہ ہمارا امامؑ خدا کے فضل سے ہر جگہ ہے اور غائب ہے ـــ اس مجلس میں بھی موجود ہے ـــ بولو ہے ؟ اور یہ مجلسیں کیوں کرتے ہو؟ یہ جلسے کیوں کرتے ہو؟ یہ اتنا خرچ کیوں کرتے ہو؟ ـــ مولوی صاحبان کی اتنی خوشامدیں کیوں کرتے ہو؟ ـ پڑھنے والوں کی اتنی خوشامدیں کیوں کرتے ہو؟ ـ تمہاری کیا غرض وابستہ ہے ان سے؟ ـــ تمہارا کیا کام وابستہ ہے ان سے؟ ہے یا نہیں؟ محض اس لئے کہ تمہیں یقین ہے کہ ہمارا امام ہے اور اس کو راضی کرنے کے لئے یہ اس کے دربار لگاتے ہیں ـــ کہ ہمارا مولاؑ ہمارا امام ہم سے راضی ہو جائے ـــ ہم یہ تصور کر کے بیٹھتے ہیں مجلس میں کہ ہمارا امام یہاں بیٹھا ہے اور ہم سب اس کی رعایا اس کے سامنے حاضر ہیں کہ مولاؑ تیرے سامنے تیرا دربار لگوانے

تے کے لئے تیری رعایا نے یہ سب کچھ خرچ کیا ہے ـــ لوگوں کو بلایا ہے ـــ مولویوں کی خوشامد کی ہے ـــ تیرا ذکر سننے کے لئے ـــ ہم تجھے تیرے بزرگوں کا پُرسہ دیتے ہیں ـــ اور تیرے سامنے تیرے بزرگوں کے فضائل بیان کرتے ہیں ـــ اصل سامع مجلس وہی ہے ـــ اسی تصور کی وجہ سے میں نے عمر بھر کبھی بیٹھ کے نہ پڑھا ـــ میرا ایمان ہے کہ وہ میرا مولا موجود ہے ـــ اس کے ہوتے میں کرسی پہ بیٹھ جاؤں یہ بڑی گستاخی ہوگی ـــ یہ اس کی شان کے خلاف بات ہے حضور ـــ اسی لئے کبھی بیٹھ کے نہ پڑھا آج تک ـــ اب تو اس قابل ہو گیا ہوں کہ مولا بیمار ہوا تو کیا ـــ پہلے دونوں پاؤں سے کھڑا ہو کے پڑھتا تھا ـــ اب تیری بارگاہ میں ایک پاؤں سے کھڑا ہو کے پڑھتا ہوں ـــ تو اسے قبول فرما ـــ ہمارا مولاؑ موجود ہے ـــ لو بھائیو! گفتگو ختم ہوتی ہے ـــ گرمی کا وقت ہے ـــ میں نے خود اپنے کانوں سے سنا تھا ـــ کربلائے معلّی میں مجلس تھی ـــ ایک عالم بیان کر رہے تھے اور وہ کہتے تھے کہ جب تم مجلس منعقد کرتے ہو اس میں امام زمانؑ آ کے بیٹھتے ہیں تو تم یہ تصور کر کے پڑھا کرو کہ تم امامؑ کو سُنا رہے ہو اور اس کے طفیل میں یہ مجمع بھی سُن رہا ہے ـــ اصل میں امامؑ کو سنا رہے ہیں ـــ تو انہوں نے فرمایا کہ جب تم امامؑ کے سامنے مصائب پڑھو ـــ بے شک حسینؑ کی شہادت پڑھ دینا کوئی پرواہ نہیں ـــ امامؑ سُن کے رو دیتے ہیں ـــ تم علی اکبرؑ کی شہادت پڑھ دینا پرواہ نہیں ـــ علی اصغرؑ کی شہادت پڑھ دینا کوئی بات نہیں ـــ عباسؑ کی شہادت پڑھ دینا کوئی بات نہیں ـــ امامؑ ان باتوں کو سُن لیتے ہیں ـــ مگر ایک بات کی احتیاط کرنا ـــ کیونکہ امامؑ موجود ہوتے ہیں ـ کہ ذرا سوچ سمجھ کے پڑھنا وہ چیز ایسی ہے جسے سُن کے امامؑ بے ہوش ہو جاتے ہیں ـــ ہاں امامؑ بے ہوش ہو جاتے ہیں ـــ پھر فرشتے آ کے ان کے پاؤں ملتے ہیں ـــ اُن کی دادی آ کے ان کے سر کو گود میں لیتی ہیں ـــ پھر انہیں غش سے افاقہ ہوتا ہے ـــ کیا؟ ـــ اس کے سامنے زینبؑ کی قید نہ پڑھ دینا ـــ کیونکہ اس کے

لئے ناقابلِ برداشت ہے ــــ وہ ہر شہادت کو سُن لیتا ہے ــــ زینبؑ کی قید
برداشت نہیں کرتا ــــ یہ چیز اس کے لئے قابلِ برداشت نہیں ہے ــــ یہ چیز ذرا سنبھل
کے پڑھنا ــــ یہ چیز ذرا سوچ کے پڑھنا ــــ یہ شے وہ نہیں برداشت کر سکتا ــــ
اسے ذرا سوچ کے پڑھنا ــــ زینبؑ کی قید بڑی مشکل شے ہے ــــ اسے ذرا خوب
سنبھل کے پڑھنا ــــ اسے پڑھتے وقت ذاکر کو، مولوی کو بڑی احتیاط کرنی چاہئیے
امامؑ سن رہا ہے۔ زینبؑ کی قید پڑھنی ہے ــ امامؑ سن رہا ہے ــــ میرے محترم
بھائیو! امامؑ نے ہمیں بتایا ہے، ہمیں تو پتہ نہیں تھا ــــ امامؑ کے دو جملے کہہ کے میں
بیٹھتا ہوں ــــ امام نے بتایا ہے ہمیں ــــ ہمیں کیا خبر تھی ــــ ہم تو یہ سمجھے ہوئے
تھے ــــ ایسا کون ظالم بے حیا ہوگا دنیا میں جو بے ضرر سیدانیوںؑ کے ہاتھ باندھ دے
ــــ یہ کیسے ہو سکتا ہے ــــ شاہ صاحب میں خود قید ہوا تھا ــــ میں اپنی بھگتی ہوئی
بتاتا ہوں ــــ رات کے دو بجے تھے ــــ ۲۹ر جنوری سردی کی رات تھی۔ تقریباً پانچسو
آدمی پولیس کا مجھے گرفتار کرنے آیا ــــ پانچسو آدمی ــــ سارے محلّے کا محاصرہ تھا۔ چھتوں
پہ پولیس تھی ــــ ایک ہنگامہ تھا اور سارا محلہ سہما تھا ــــ خدا جانے کیا ہونا ہے؟ ــــ
کیا بات ہے؟ کیا قصہ ہے؟ جب مجھے گرفتار کیا انہوں نے مجھے کار میں بٹھایا ــــ
تو کسی سپاہی نے ایس۔پی سے کہا۔ جناب ہتھکڑی لگاؤں ــــ تو اس نے کہا خبردار
بکواس بند کرو۔ کیوں شریف آدمی کو پریشان کر رہے ہو۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ میں نے کہا
ــــ ایس۔پی صاحب کاش تم کربلا میں کھڑے ہوتے ــــ بجائے یہاں کے وہاں کہہ دیتے
کیوں شریف آدمیوں کو پریشان کرتے ہو ــــ میرے ساتھ یہ ہوا ــــ اور جس دن میں گرفتار
ہوا تھا بھائی ــــ یہ بھی میں آپ کو بتا دوں ــــ وہ تاریخ وہ تھی جس تاریخ کو ہارون
کی فوج نے محاصرہ کر کے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو گرفتار کیا تھا۔ بالکل وہی تاریخ
جس دن مجھے گرفتار کیا تھا۔ بہر نوع چلے گئے ــــ سیدانیوںؑ کے ہاتھ بندھ گئے

— مجھے یہ خیال رہا، فکر لگا — کہ ہاتھ بندھ گئے — کہ ہاں بے شمر سیدانیوں کے تو ہمارے ذاکر، مولوی، ہم سب یہ سوچتے رہے کہ ہاتھ پتہ نہیں کس طرح بندھے تھے — پتہ نہیں باند بندھے تھے یا نا سے

شامیاں بستند بازد زینب و کلثوم را

پتہ نہیں ہاتھ کس طرح بندھے تھے — یہ امامؑ نے مرثیہ میں فرمایا — امام کا فرمان ہے یہ — کسی ذاکر کی بات نہیں کہ روایت غلط ہے — یہ امامؑ نے فرمایا ہے کہ میرا سلام ہو — میری دادی زینبؑ پہ — تم سب بھی سلام کر لو — ہمارا سب کا، مولاؑ، تیری دادی زینبؑ کو سلام — ان کا فقرہ ہے یہ — ہمارا نہیں — میرا سلام ہو میری دادی زینبؑ پر جس کے دونوں ہاتھ جس کی گردن سے بندھے ہوئے تھے — امامؑ نے بتایا تھا ہمیں — اس کے ہاتھ — یہ بات ہمیں امامؑ نے بتائی کہ اس طرح میری دادی کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے — کربلا میں ہاتھ بندھ گئے — اور جب دمشق کے شہر میں پہنچے ہیں — زائروں کو، تمام زائر جو جاتے ہیں وہ تقریباً کربلا کے ساتھ شام بھی جاتے ہیں — اس لئے کہ اس زمانہ میں جو زری کربلا کی زیارت کر کے چلا آئے اس کی زیارت قبول ہی نہیں ہوتی جو زینبؑ کے سلام کو نہ جائے — اب تو جاتے ہیں زائر وہاں کوئی خاص فرق نہیں ہے — جاتے ہیں بی بیؑ کے سلام کے لئے — ضرور جو شہر آج ہے نا دِمشق کا، اس زمانے میں نہیں تھا — اس زمانے میں تو پرانا شہر تھا — جو اب بھی اندر ہے — باہر تو نیا شہر ہے — اندر کی طرف وہ پرانا شہر اب بھی ہے — اس زمانے کا شہر تھا — جس میں بی بی گئی تھی — اور یہ فقرہ بھی آپ سے کہہ دوں، سادات عظام مجھے معاف کرنا — مجھے مجبوراً یہ کہنا پڑتا ہے — ساری گلیاں سڑکیں ملا کے تقریباً ڈھائی میل بن جاتا ہے — اس میں بی بیؑ گردن سے ہاتھ بندھے ہوئے پیدل گئیں۔ یہ مجھے کہنا پڑتا ہے ورنہ اس وقت بی بی کے ہاتھ گردن سے بندھے

۔ ہوئے تھے ۔۔۔ اور جب بی بیؑ کو طاغوتی طاقت کے سامنے پیش کیا گیا تو بھی ہاتھ بند
ہوئے تھے اور شام کے زائرون نے دیکھی ہوگی وہ جگہ جہاں جا کے یہ سادات کھڑے
کر دیئے گئے ۔ وہاں ایک لکڑی کا چبوترہ سا بنا دیا گیا ہے ۔۔۔ یہ جگہ تھی جہاں وہ
کھڑے ہوئے تھے آکے ۔۔۔ جگہ محفوظ رکھی ہے ۔۔۔ جہاں وہ کھڑے تھے اور سامنے
طشت میں بھائی کا سر رکھا تھا اور یہاں وہ کھڑی تھیں اور ہاتھ گردن سے بندھے
ہوئے تھے ۔۔۔ میں اپنی بات ختم کرتا ہوں ۔۔۔ بھئی سُن رہے ہو ؟ ۔ خدا تمہاری عزت
کی حفاظت کرے ۔۔۔ جو فقرہ میں نے کہنا تھا وہ یہ تھا ۔۔۔ ہائے کیا بتاؤں ۔۔۔ کھڑے
تھے اس طرح ۔۔۔ کوئی مصیبت تھی ایسی جو اُن پہ نہ گذر گئی ہو ۔۔۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
کا فرمان ہے کہ " میری دادی پہ وہ مصائب گذر گئے کہ جنہیں نہ کوئی سوچ سکتا ہے ۔۔۔
نہ سمجھ سکتا ہے ۔۔۔ انہی کو پتہ تھا جن پہ کیا گذر گئی ۔۔۔ نہ کوئی دماغ انہیں ذہن میں لا سکتا
ہے ۔۔۔ نہ سمجھ سکتا ہے ۔" امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا ۔۔۔ کوئی مصیبت تھی ایسی جو ان
پہ نہ گذری ہو ۔۔۔ اور یزید کے دربار میں کھڑی تھیں ۔۔۔ یہ فقرہ میں نے کہنا تھا
آخری اب ۔۔۔ اور میرے عزیز ڈھائی تین گھنٹے گذر گئے کھڑے کھڑے اور یزید
اتنا مشغول ہے اپنے نشۂ فتح میں ۔۔۔ قیدیوں سے بات نہیں کرتا ۔۔۔ اور یہ کھڑے
تھے ۔۔۔ چھوٹی بچیوں کے پاؤں میں ورم آ گئے تھے ۔۔۔ پیدل چل کے آنا اور کھڑے
رہنا ۔۔۔ اور زمانے کا امامؑ بالکل خاموش کھڑا ہے ۔۔۔ بی بیؑ خاموش کھڑی ہیں اور
گردن سے سیدانیوںؑ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں ۔۔۔ سب کھڑے ہیں ۔۔۔ جہاں
جناب ربابؑ جو ساتھ کھڑی تھیں وہاں امام حسنؑ کی بیوہ جناب قاسمؑ کی والدہ ساتھ تھیں
صرف فاطمہؑ کی بہوؤں میں یہ دو بہوئیں تھیں قید میں ۔۔۔ ایک علی اصغرؑ کی والدہ
اور ایک قاسمؑ کی والدہ ۔۔۔ جناب لیلیٰؑ جو تھیں علی اکبرؑ کی والدہ ۔۔۔ ان کا
رستے میں انتقال ہوگیا تھا ۔۔۔ وہ شام تک پہنچی ہی نہیں تھیں ۔۔۔ یہ دو بہوئیں

۔ تھیں انہوں نے سر جھکا رکھے تھے ـــــ اور انہوں نے بالکل سر نہ اٹھائے ـــــ اور بی بیؑ نے امام زین العابدینؑ سے کہا تھا دربار سے آ کے ـــــ کہ بیٹا مجھے کھا گئی یہ بات کہ میری بھاوجیں کھڑی تھیں اور ان کے پیچھے کے لوگ کرسیوں پہ بیٹھے تھے ۔ وہ کیا کہتے تھے کہ کس خاندان میں بیاہی گئی ہیں ہماری لڑکیاں ـــــ مجھے شرم کھا رہی تھی ـــــ یہ لوگ کیا کہتے ہوں گے ـــــ تو اس وقت یزید نے ڈھائی تین گھنٹے کے بعد ٹوکا ہے انہیں اور کہا کہ ان قیدیوں کے نام بتاؤ یہ کون کون ہیں؟ کیا ہیں؟ یہ چیزیں غور کرنے کی ہیں قبلہ ـــــ انہیں دنیا کے لوگوں کو بتاؤ ـــــ انہیں عام کرو ـــــ اور پڑھے لکھے حضرات کو بتاؤ کہ دُنیا کی ہر تکلیف اور مصیبت اٹھائے ہوئے ـــــ کہتی کیا ہے اس وقت ـــــ فقرہ کیا اُس کی زبان سے نکلا ہے ـــــ یہی تو میں کہتا ہوں ـــــ یا اللہ یاد رکھ تیری قدرت تو ہے ہی بے انتہا ـــــ پر ایسے بندے بھی نہیں ہوں گے ـــــ یہ کمال بھی نہیں ہوگا ـــــ کہتی کیا ہیں؟ ـــــ الحمد اللہ الذی اکرمنا ـــــ ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں جس نے ہمیں یہ عزت عطا کی ـــــ قبلہ کوئی اور ہوتا تو کہتا کہ واہ اللہ میاں ہم کس طرح تیرا شکر ادا کریں ـــــ تیرے نام پر ہم مر گئے اور تو نے ہماری خبر نہ لی ـــــ وہاں یہ کہہ رہی ہے کہ ہم شکر ادا کرتے ہیں کہ خدا نے ہمیں یہ عزت دی ـــــ بی بیؑ نے منوا دیا کہ خدا ہے، خدا کوئی ہے ـــــ یہ زینبؑ کا احسان ہے کہ آج دُنیا خدا کو مان رہی ہے ـــــ ان حالات میں منوایا کہ خدا ہے اور اگر یہ خدا کا وعدہ ہے کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں اضافہ کروں گا ـــــ زینبؑ کے اس شکریہ پہ مجھے نہیں معلوم کہ کیا اضافہ ہوگا ـــــ وہ کہہ رہی تھیں کہ میں خدا کا شکر ادا کرتی ہوں جس نے مجھے یہ عزت عطا فرمائی ـــــ جس نے ہمیں یہ شرف عطا فرمایا ـــــ جس نے ہمیں یہ شان عطا فرمائی ـــــ ہاتھ بندھے ، ظالم کے دربار میں ایک خاتون یہ کہہ رہی ہے کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں یہ عزت عطا فرمائی کہ ہم اس کے دین کے محافظ ہیں ـــــ اس کی حفاظت میں یہاں قید ہوئے کھڑے ہیں اور ہم خدا کا شکر ادا

کرتے ہیں ــــ جو مومنین یہاں موجود ہیں یا اللہ ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں کہ تو نے ہمیں ان شکر گذاروں کے حق کا شناسا بنایا ــ محمدؐ و آلِ محمدؐ کی معرفت ہمیں دی ــ ان کا ذکر کرنے اور ان کی مجالس برپا کرنے کی توفیق ہمیں عطا فرمائی ــــ بس بھائیو اللہ تمہیں سلامت رکھے ــ خدا تمہیں خوش رکھے ــــ میرا بیان ختم ــــ زندگی رہی۔ تو انشاء اللہ پھر کبھی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

شور کوٹ شہر

۸ / اکتوبر ۱۹۷۱ء

عنوان

فضائل — اِنسان اور اِنسانیت

مصائب — شہزادگانِ عونؑ و محمدؑ

کبھی یہ پوچھنا چُپکے سے گوشِ مادر میں
ہمارے نانا کا کیا سِن تھا جنگِ خیبر میں

"اُستاد قمر جلالوی"

انسان اور انسانیت

میں آج گفتگو یہاں سے شروع کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کسی خاص مقصد کے لئے خلق فرمایا ہے اور سب سے بڑا مقصد یہ ہے اور سب سے بڑی بات اللہ ہم سے چاہتا ہے ـــ وہ یہ ہے کہ اُس نے ہمیں انسان پیدا کیا ہے ـــ تو ہم میں انسانیت ہو ـــ جیسے اُس نے انسان بنایا ہے۔ وہ دُنیا میں انسان بن کے رہے ـــ فرشتہ بننا ہمارا یہ بھی اُس کا مقصد نہیں اور ہمارا حیوان بن جانا یہ بھی اُس کی مشیّت کے خلاف ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ انسان "انسان" ہی بن کر دُنیا میں رہے سمجھے نا ـــ! حضور ـــ میرے محترم سامعین میں آسان ترین الفاظ میں آپ سے کہنا یہ چاہتا ہوں کہ ہمارے لئے حیوان بننا انتہائی آسان ہے ـــ فرشتہ بننا انتہائی آسان ہے۔ اگر کوئی ذات مشکل ترین ہے ہمارے لئے تو وہ انسان بننا ہے ـــ مثلاً خدانخواستہ اگر ہم ابھی حیوان بننا چاہیں ـــ تو یہ مشکل بات نہیں ـــ انسان کو بھی بھوک لگتی ہے ـــ اور حیوان کو بھی بھوک لگتی ہے ـــ اس بھوک کے معاملے میں ہم مشترک ہوئے یا نہیں ـــ اب فرق کیا ہے ـــ کہ حیوان کو بھوک لگی۔ وہ گھر سے چلا بھوک میں ـــ اس کے سامنے جو آیا وہ کھا گیا۔ اُس نے یہ نہیں سوچا "اپنا" ہے یا پرایا ـــ جائز ہے یا ناجائز ـــ مناسب ہے یا نامناسب ـــ اس نے کھا لیا یہی اُس کا مقصد ہے ـــ بغیر کسی سے پوچھے ـــ اور اگر میں بھی اسی طرح اپنی بھوک کا انتظام کروں اور کھا جاؤں اور نہ سوچوں کہ جائز ہے یا ناجائز۔

مناسب ہے یا نامناسب ـــــ آپ نے چارہ منگایا تھا ـــــ اپنے جانور کے لئے کھا گیا ہمسائے کا جانور ـــــ آپ نے اُس کے چار ڈنڈے مارے ـــــ دیکھنے والے اس کے حمایتی ہو گئے ـــــ ارے بھائی جانے بھی دو حیوان ہے بیچارہ ـــــ سارا چارہ کھا گیا۔ پھر بھی اس کے حمایتی ـــــ سارا کھیت کھا گیا پھر بھی اُس کے حمایتی ـــــ ہمارا پورا باغ ہضم کر گیا پھر بھی اُس کے حمایتی ـــــ توحیوان بننا بڑا ہی آسان ہے ـــــ فرشتہ بننا بڑا ہی آسان ہے ـــــ آپ نے بازاروں میں تو کئی 'ولی اللہ' دیکھے ہوں گے ـــــ ہر کوئی کہہ رہا ہے کہ فرشتہ نظر آ رہا ہے۔ ولی نظر آ رہا ہے ـــــ یہ انسان بھی کتنا عجب ہے کہ اگر ماننے پہ آ جائے تو" بازاری" کو ـــــ ولی ـــــ مان لے نہ ماننے پہ اَڑ جائے تو علیؑ کو وَلی نہ مانے ـــــ نہ اللہ انسان کا حیوان بننا پسند کرتا ہے نہ فرشتہ بننا پسند کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ اے انسان ـــــ انسان بن ـــــ آرام سے رہ ـــــ اچھا لباس پہنو ـــــ اچھی خوراک کھاؤ ـــــ خوشبو لگاؤ ـــــ نماز پڑھو ـــــ اور امن سے زندگی بسر کرو ـــــ یہ چاہتا ہے اللہ آپ سے ـــــ یہ نہیں کہ ساری رات بلند آواز سے چیختا ہے ـــــ نیند آتی نہیں ـــــ بیکاری کا مشغلہ ہے ـــــ بلند آواز سے چلائے جا رہا ہے کہ " میرے مولا بُلا لو مدینے مجھے " ـ اب مولا کو کیا غرض پڑی ہے بُلانے کی ـــــ اب مولا کے پاس بھی جانا ہے تو مولا ہی کو کہا جا رہا ہے کہ خود ہی بُلا لے ـــــ خود جاؤ ـــــ ہمسائیوں کو تنگ کرنے کی کیا ضرورت ہے ـــــ تم خود جانے کی تیاری کرو ـــــ خود ارادہ کرو ـــــ تو بُلائے صبح کی نماز قم میں پڑھو ـــــ ظہر کی نماز مشہد میں پڑھو ـــــ عصر کی نماز کاظمین میں پڑھو ـــــ مغرب کی نماز کربلا میں پڑھو ـــــ عشاء کی نماز نجف میں پڑھو ـــــ پھر اُسے بلانے کا مزا بھی آئے ـــــ حلال کماؤ ـــــ حلال کھاؤ ـــــ آرام سے رہو ـــــ مگر یہ عادت انسان میں پیدا ہو گئی ہے ـــــ حضرت نوحؑ کے طوفان کے بعد ـــــ وہ لفظوں میں بیان کرتا ہوں

ـــــ ہے تو لمبی چوڑی ـــ تاریخ کی بات ـــــ یہ ہے کہ حضرت نوحؑ کے طوفان کے بعد ـــ اُن کے بیٹوں کی نسل دُنیا میں پھیل گئی ـــــ اُن کے بڑے بیٹے کا نام تھا ـــــ سام ـــــ دوسرے بیٹے کا نام تھا ـــــ یافث ـ ایک سام دوسرے یافث اور تیسرے تھے ـ حام ـــ "سام ـ حام ـ یافث" سام چونکہ بڑے بیٹے تھے لہٰذا سام کے بیٹے نے حکومت سنبھالی ـ یافث اور حام کی اولاد اس کی رعایا ہوگئی ـــــ صرف اس لئے سام کی اولاد نے حکومت سنبھالی کہ وہ بڑے بیٹے کی اولاد تھے ـــــ چونکہ سو پچاس برس اسی طرح گزر گئے تو یافث اور حام کی اولاد یہ سمجھ بیٹھی کہ ہم دُنیا میں پیدا ہی اس لئے ہوئے ہیں کہ رعایا بن کے رہیں ـــ اور سام کی اولاد یہ سمجھ بیٹھی کہ ہم دُنیا میں پیدا ہی اسی لئے ہوئے ہیں کہ حکومت کریں ـــــ تو ہر وہ حکومت جو بغیر کسی دلیل کے محض "بڑے پن" کے دوسرے پہ قابض ہو جائے تو وہ آج بھی "سامراج" کہلاتی ہے۔
تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ انسان کو دنیا میں انسان ہی بن کر رہنا چاہیے ـ یہ اللہ کا احسان ہے کہ اُس نے ہمیں انسان پیدا کیا ہے لہٰذا انسان ہی بن کر رہے ـــــ آپ حضرات کی خدمت میں ایک نقطہ پیش کرنا ہے اور نقطے کی حیثیت بھی بڑی ہے ـــــ اسے پڑھنے کے لئے احتیاط کی ضرورت ہے ـــــ ایک نقطے کے بدلنے سے خدا "جدا" ہو جاتا ہے ـــــ تو عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انتخاب کا ترجمہ بنتا ہے چھانٹنا ـــــ چُننا نہیں ہے ـ اور چُننے کے لئے ہے اصطفیٰ ـ اس کا اصطفیٰ ہوتا ہے جو چُنا ہوا ہوتا ہے ـــ اور جس کا انتخاب ہوتا "چھٹا" ہوا ہوتا ہے ـــ اور اللہ کے چُنے ہوئے میں معاذ اللہ کوئی شبہ ہو سکتا ہی نہیں غلطی کا شائبہ تک نہیں ـ اگر چُنے ہوئے میں ذرا سی بھی غلطی نکل آئے تو وہ چُننے والے کی بھی غلطی ہے ـــــ اور اگر غلطی نکل آئے تو یا اُس میں خرابی ہے یا چُننے والے نے غلط چُنا ـــ ایک بات ہے اگر آپ حضرات کی سمجھ میں آجائے ـــ کہ ایک شخص نے بڑی خوبصورت کوٹھی بنوائی ـــــ عظیم الشان ـــ لاکھوں روپیہ خرچ کیا

اس کے بنانے میں ـــــ اس میں ایک بڑا قیمتی کمرہ بھی بنوایا ـــــ بھلا سا نام ہوتا ہے ـــــ بتائیں آپ پتہ نہیں اس کا کیا نام ہے ـــــ ڈرائنگ روم ـــــ ہاں ـــــ یہی ہے ـــــ ڈرائینگ ردم ـــــ ہاں اس کا نام ڈرائنگ روم اس لئے کہ غریب لوگ اس کو دیکھ کر ڈر جاتے ہیں ـــــ اسے سجایا گیا ـــــ امریکہ سے تحفے منگوائے ـــــ ایران سے قالین منگوائے ـــــ ہر ملک سے کچھ نہ کچھ منگوایا لاکھوں روپے لگائے ـ شہرت ہوگئی ـــــ کوٹھی بنی ـــــ ڈرائنگ روم تو سبحان اللہ ـــــ اب جو شور مچ گیا نا ـــــ عام ـــــ ایک نابینہ بھی چلا گیا ـــــ جاتے ہی چیزوں سے ٹکراتا گیا ـــــ لاحول ولا ـــــ " اب نظر خود کو نہیں آتا" ـــــ اگر آنکھ ہوتی تو جلوہ دیکھتا ـــــ خرابی چیز میں نہ تھی دیکھنے میں خرابی تھی ـــــ تو صاحبان ! آدمؑ سے لے کر خاتمؑ تک کسی میں کوئی عیب ہوسکتا ہی نہیں ان میں غلطی ہوسکتی ہی نہیں ـــــ کبھی بھول ان سے ہوسکتی ہی نہیں یہ ناممکن ہے ۔ نہ ان میں معاذ اللہ کوئی خرابی ہوسکتی ہے ـــــ نبی ہر شئے کا علم رکھتا ہے ۔ یہ خالق کا تخلیقی کمال ہیں اور اس کے کمال میں نقص بتانا یہ اپنی بے ہنری بتانا ہے ـــــ یہ جہالت کی دلیل ہے ۔ سارے انبیاء کا بادشاہ بنی تھا ہمارا نبیؐ ـــــ اب کئی صاحبان بتاتے ہیں کہ جب پہلی وحی آئی اس کے پاس جبرائیلؑ نے آکر وحی سنائی ـــــ تو وہ ڈر گیا ۔ جبرائیلؑ کو پہلی دفعہ دیکھا تھا ڈر گیا ـــــ ڈرے ہوئے گھر آئے آکر بیوی سے کہا ـــــ امّ المومنین کو بتایا ـــــ کہ مجھے آج یہ واقعہ پیش آیا ـــــ وہ بیچاری اسے اپنے بھائی کے گھر لے گئی ـــــ اور اُن کے بھائی کا نام تھا " ورقہ " اُس " ورقہ " نے سارا قصہ سُنا اور کہا کہ " واقعی سچ ہے " کہا کہ " ہاں " کہ پھر تو تم نبیؐ ہو گئے ہو ـــــ اچھا تو یہ بات ہے ـــــ کہ ـــــ ہاں ـــــ اب ایک فقرہ کہتا ہوں صاحبانِ ذوق کے لئے کہ ـــــ اب بتائیے کہ جو نبی ہو صاحب امّ الکتاب ـــــ اُس نبی کو سمجھائے گا کون ـــــ ایک ورقہ ـ اُسے سمجھا رہا ہے ایک ورقہ ـــــ اُس کا علم کجا ـــــ اُس کا علم کجا ـــــ اُس

کی تعلیم کجا ـــ اُس کی عقل کجا ـــ جس درجے پر وہ فائز ہوتے ہیں وہاں تک ہماری عقل کی رسائی نہیں ہمارا فہم ان تک پہنچ نہیں سکتا ـــ وہ انسان بنانے کے لئے آتے ہیں ہم بننے کے لئے آئے ہیں ـــ انسان کو انسان بنانے کے ان کے پاس مختلف طریقے ہوتے ہیں ـــ وہ انسان کو انسان بناتے ہیں پاس بٹھا کے ـــ محبت کر کے ـــ پیار کر کے ـــ سمجھا کے ـــ کہیں دور ے جا کے ـــ جتنے ذرائع ہو سکتے ہیں سمجھانے کے وہ استعمال کرتے ہیں ـــ دیکھو اگر تم انسان بننا چاہتے ہو تو اس طرح کرو۔ کہ مجھے تمام کام کرتے ہوئے دیکھتے چلو ـــ میں جس طرح نماز پڑھتا ہوں مجھے دیکھ کر ویسی ہی پڑھو۔ اب جو دیکھا ہے۔ اس میں سب کچھ آتا ہے نماز پڑھتا کس طرح ـ کھڑا کس طرح ہوتا ہے ـــ رکوع کس طرح کرتا ہے ـــ سجدہ کس طرح کرتا ہے۔

دیکھو ـــ کس کو ـــ رسول کو ـــ دن میں پانچ دفعہ دیکھا ـــ اب اندازہ لگا لو کہ زندگی میں کتنی ہزار دفعہ دیکھا ہوگا۔ کتنی ہزار دفعہ دیکھی ہوئی لاکھوں صحابیوں کی نماز ـــ آج تک وہ نماز متنازعہ ہے کہ کس طرح پڑھی جائے ـــ کوئی ہاتھ باندھ کے پڑھتا ہے ـــ کوئی ہاتھ کھول کے پڑھتا ہے ـــ اس نماز کو جس کو ہزاروں مرتبہ صحابہ نے دیکھا اس کا پتہ نہیں ہے کہ ہاتھ کھول کر پڑھنی ہے یا باندھ کر پڑھنی ہے۔ ـــ اگر رسولؐ نے ہاتھ باندھ کر پڑھی تھی تو کھولنا غلط اور اگر ہاتھ کھول کر پڑھی تھی تو ہاتھ باندھنا غلط ـــ اور یہ فیصلہ نہیں کر سکے مسلمان ـــ ہاتھ باندھنے والے کو ہاتھ کھولنے والے کہہ رہے ہیں اور ہاتھ کھولنے والے کو ہاتھ باندھنے والے غلط کہہ رہے ہیں ـــ دونوں نمازی ایک دوسرے ہی کو بُرا کہہ رہے ہیں ـــ اور جو نہ باندھتے ہیں نہ کھولتے ہیں ـــ انہیں کوئی پوچھنے والا ہے ہی نہیں ـــ جو ہزاروں مرتبہ دیکھی ہوئی نماز کا مسلمان فیصلہ نہ کر سکے ـــ کہ ہاتھ کھول کر پڑھی تھی یا کہ ہاتھ

کھول کر پڑھی تھی ـــــ اب بتائیں ایمان سے ـــــ کہ جس قوم کو اپنے رسولؐ کے لاکھوں دفعہ دیکھے ہوئے ہاتھ یاد نہیں رہے اُس قوم کو اگر ایک دفعہ کے اُٹھائے ہوئے ہاتھ یاد نہ رہیں تو کون سی بڑی بات ہے ـــــ تو اللہ نے ہمارے لئے رسول اس لئے بھیجے کہ اے رسولؐ انہیں انسان بناؤ ـــــ انہیں نماز روزہ سکھاؤ ـــــ انہیں جینے کا طریقہ سکھاؤ انہیں پہننے کا سلیقہ سکھاؤ بھائی بھائی کے تعلق بتاؤ رشتہ داروں کے حقوق بتاؤ یہاں تک کہ سوا لاکھ تک انبیا بھیجے ـــــ صرف سمجھانے کے لئے ـــــ ایک لاکھ چوبیس ہزار تک تو کتابوں میں تعداد ملتی ہے ـــــ یا اللہ جب انبیاء کا سلسلہ ختم ہوگیا ـــــ اس کے بعد جو ہم پیدا ہوئے ـــــ ہمارا کیا قصور ہے ـــــ پہلے لوگوں میں تو سمجھانے والے نبی موجود تھے اور ہم نے کون سا قصور کیا ـــــ اب کیا بنے گا ـــــ اللہ کہتا ہے کہ میں نے نبوت ختم کی ہے ہدایت تو ختم نہیں کی ـــــ نبوت الگ بات ہے ہدایت الگ بات ہے ـــــ قبلہ! ہدایت کیسے قائم ہے؟ اب اس بات کی وضاحت کرتا ہوں یہ اپنی بات ہے۔ یہ ہمارے یو۔ پی کی بات ہے۔ یہ ہمارے ہاں طریقہ ہے ـــــ کہ ہمارے ہاں ایک درخت ہوتا ہے "آم" اس کثرت سے کہ "عام" بس عام ـــــ آم ـــــ "عام" تھے اور ہم یو۔ پی والوں کو اتنا پیارا تھا ـــــ آم سے کہ یہ جی نہیں چاہتا تھا کہ یہ پھل ہمارے ملک سے باہر نکلے ـــــ اسے اپنے علاقے میں محدود رکھنے کے لئے ہم نے اس کی ٹانگیں توڑ کے اُسے لنگڑا کر دیا ـــــ مگر اُسے لنگڑا بنا دینے کے باوجود ـــــ وہ لاہور میں بک رہا ہے ـــــ کراچی میں بک رہا ہے ـــــ نامراد تو یہاں کیسے آگیا ـــــ تجھے تو "وہاں" کے لئے چھوڑ آئے تھے ـــــ تو صاحبانِ ذوق ـــــ جس کا دل "گھر" میں نہ لگے اُسے کون روکے ـــــ یہ آم کی بات تھی ـــــ بالکل مختصر کرتا ہوں حضورِ والا! ـــــ خیر ـــــ آم ہوا کرتے تھے ہمارے علاقے میں بعض بڑے اچھے بڑے میٹھے ہوتے تھے اور بعض ذرا تُرش ـــــ [illegible] ہی

"باغ" کے تھے ـــ بعض میں تو مٹھاس بہت زیادہ تھی اور کئی بڑے ترش ـــ حالانکہ وہ "میٹھے" آم کے "دائیں بائیں" اکثر ہوا کرتے تھے مگر تاثیر وہ نہ تھی ـــ ذرا غور سے سننا اور کوئی بات یاد نہ رہے گی تو یہ آم کی بات یاد رہے گی ـــ خدا تمہیں سلامت رکھے ـــ اب آم میں ہر سال میوہ آتا تھا ـــ کئی سال گزر گئے ـــ سالہا سال بیت گئے ـــ اب کیا ہوگیا ـــ اب "فصل" نہیں ہوگی ـــ اس کی دلیل کیا ہے ـــ کہ یہ "بلافصل" ہے ـ جب "فصل" ختم ہوئی تو اب ہوگیا "بلافصل" ـــ پریشان ہوگئے کہ اتنا قیمتی پھلدار درخت ـــ فصل آتی نہیں ـــ اسے کیسے باقی رکھا جائے ـــ تو مالی نے جاننے والے نے کہا ـــ کہ اس کا طریقہ میں بتاتا ہوں ـــ اِسے "بلافصل" ہو جانے دو اسے ختم ہو جانے دو ـــ ایک آم کا پودا ـــ اس کی جنس کا پودا ـــ آم ہی کا پودا ـــ اُسے گھر میں اُگاؤ ـــ اور جب تمہارے گھر میں اُگا ہوا پودا ذرا "سیانا" ہو جائے نا! تو اُسے ختم ہونے والے درخت کے نیچے رکھ دو ـــ اور اُس جیسی آب و ہوا ہی میں اُسے رہنے دو اور اس ختم ہونے والے کی ایک شاخ اس پودے ساتھ پیوند کر دو ـــ اور اگر پیوند ہو جائے پکا تو شاخ کو کاٹ دو ـــ کہ پودا اس قلم کو لے کر پھر اپنے گھر چلا جائے ـــ نیا درخت تیار ہو جائے ـــ باغِ عالم میں شجرِ نبوت نے ایک لاکھ چوبیس ہزار بہاریں دیکھیں ـــ اور نبوت کا شجر جب بلافصل ہوا ـــ تو اللہ نے اُسی جنس کا ـــ جس جنس کی نبوت تھی ـــ ایک پودا اپنے گھر اُگایا ـــ پودا اتنا زوردار تھا کہ گملے میں شگاف آگیا ـــ اب جو اللہ کے گھر میں اُگا ہوا نبوت کا پودا ـــ اُسی جنس کا ـــ اب جو ذرا پَر پُرزے نکلے ـــ تو اُسے ختم ہونے والے شجرِ نبوت کی آغوش میں دے دیا ـــ آب و ہوا بھی ویسی ہی مل سکے اور ذرا سنبھل جائے ـــ اب اس آب ہوا میں جب ذرا شاداب ہوا ـــ تو اُس ختم ہونے والے شجرِ نبوت کی ایک ہری بھری شاخ ـــ کا پیوند لگ گیا ـــ اور یہ پودا اس شاخ کو لے کر اپنے

میں ہیں رشتہ داروں میں ہیں ــــ حسینؑ اُٹھے ــــ بھائیو اب اجازت دینا ــــ میں خود جاکے ذرا زینبؑ کو سوار کرادوں ــــ امام آئے ــــ بہن کو سوار کرایا۔ ایک بازو حسینؑ کے ہاتھ میں ایک بازو علی اکبرؑ کے ہاتھ میں ــــ عونؑ و محمدؑ نعلین سنبھالے ہوئے ــــ عباسؑ نے محمل کا پردہ اُٹھایا ــــ اب جو محمل کے قریب آئیں ــــ تو فرماتی کیا ہیں ــــ حسینؑ بھائی میرا بازو چھوڑ دو ــــ اکبرؑ بیٹے میرا ہاتھ چھوڑ دو ــــ امامؑ فرماتے ہیں ــــ بہن کیا بات ہے ــــ کچھ نہیں ذرا میرے بیٹے زین العابدینؑ کو آواز دو ــــ زین العابدینؑ آ گئے ــــ زین العابدین بیٹا زینبؑ کو تم سوار کراؤ ــــ اور سوار ہوگئیں ــــ جناب زینبؑ ــــ اور عبداللہ ابن جعفر طیارؑ محمل کے پاس خاموش کھڑے ہیں ــــ صرف اتنا کہا کہ "خدا حافظ"

میرے محترم سامعین میں بات کو مختصر کرتا ہوں ــــ یہ لوگ مکے پہنچے ــــ اور جب مکے سے حسینؑ روانہ ہوئے ــــ تو شہر مکہ سے نکل کے یہ قافلہ ایک میل پہنچا ہوگا ــــ کہ ایک آواز آئی ــــ حسینؑ ٹھہرو ــــ اور حسینؑ ٹھہر گئے قافلہ ٹھہر گیا ــــ گھوڑے کو روک کر حسینؑ نے آواز کی طرف دھیان دیتے ہوئے قافلے میں کہا کہ عباسؑ بھائی دیکھو کس کی آواز ہے ــــ حضور نے اُدھر دیکھ کے کہا ــــ غالباً عبداللہ آرہے ہیں ــــ شوہر حضرت زینبؑ ــــ مکے سے ــــ سب لوگ اُتر گئے ــــ عبداللہ آ گئے ــــ آئے کس شان سے ــــ ایک ہاتھ عونؑ کے کندھے پہ اور ایک ہاتھ محمدؑ کے کندھے پہ ــــ پہنچے ــــ امامؑ نے فرمایا کہ آپ نے کیوں تکلیف فرمائی ــــ میں تو ابھی مل کے آیا تھا ــــ حسینؑ ایک کام رہ گیا تھا ــــ ایک بات رہ گئی تھی ــــ اور عونؑ و محمدؑ سے کہا کہ بچو! مجھے اس ناقے کے قریب لے چلو ــــ جہاں تمہاری اماں بیٹھی ہے ــــ عونؑ و محمدؑ لائے ناقہ بٹھایا گیا ــــ عبداللہ مخاطب ہوئے ــــ علیؑ کی بیٹی جارہی ہو ــــ اور زینبؑ جواب

میں کہتی ہیں ــــ ابن عمّ تیری اجازت نہ ہو تو اتر آؤں ـــ میں تو تیری اجازت سے جا رہی ا ہوں ـــ مگر یاد رکھنا کہ حسینؑ کے بغیر زینبؑ کا جنازہ اُٹھے گا ـــ میں روکتا کب ہوں ـــ میں تو تاکید کرنے آیا ہوں کہ جاؤ تو ضرور مگر زہراؑ کی بیٹی تو جعفر طیار سے رئیس کی بہو ہے اور سفر کا معاملہ ہے ـــ ملکِ عراق کا سفر ہے ـــ حسینؑ جیسی قیمتی شے تیرے ساتھ ہے ـــ خالی ہاتھ جا رہی ہو ـــ اگر کہیں حسینؑ پہ مصیبت بن گئی ـــ اور مصیبت کو ٹالنے کے لئے اگر صدقہ دینا پڑا ـــ تو کیا کرو گی تم خالی ہاتھ جا رہی ہو ـــ اور عونؑ و محمدؑ کو زینبؑ کے ہاتھ میں دے کے کہا کہ یہ دونوں بچے حاضر ہیں ـــ انہیں بھائی کا صدقہ کر دینا ـــ اپنی طرف سے صدقہ کر دینا ـــ اب زینب نے بیٹوں کو باقی زندگی عون و محمدؑ کہہ کے نہیں پکارا ـــ بھائی کا صدقہ کہہ کے پکارا ـــ

معزز سامعین کرام! ـــ رات کے ایک بجے کا وقت ـــ امام مصلے پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ کہ اتنے میں جناب فضہ آئیں فرماتی ہیں حسینؑ ـــ بہن نے یاد کیا ہے ـــ حسینؑ آئے ـــ کیا دیکھتے ہیں ـــ زینبؑ کے ایک طرف عونؑ کھڑے ہیں ـــ ایک طرف محمدؑ کھڑے ہیں ـــ حسینؑ نے آتے ہی کہا ـــ زینبؑ سلام ـــ فرماتی ہیں حسینؑ تھوڑی دیر کیلئے مجھے بہن نہ کہنا ـــ تجھے میں نے بھائی سمجھ کے اب نہیں بلایا ـــ میری بات سنو ـــ تم ہو حیدرؑ کے بیٹے ـــ میں ہوں جعفر طیار کی بہو ـــ آج میں حیدرؑ کے بیٹے سے جعفرؑ کے پوتوں کے لئے شہادت کی بھیک مانگتی ہوں ـــ اور بھائیو قصہ ختم ہوتا ہے ـــ بات ختم کرتا ہوں ـــ صبح ہوئی ـــ ایک ایک شہید کی لاش آتی رہی خیمے میں ـــ اور زینب پوچھتی رہی کہ ابھی عونؑ و محمدؑ زندہ ہیں ـــ ابھی عونؑ و محمدؑ کی لاشیں نہیں آئیں ـــ بچے گھر میں آ گئے اماں سلام ـــ ہائیں ابھی تم زندہ ہو ـــ میں تو صبح سے مصلےٰ بچھائے بیٹھی ہوں کہ تمہاری لاشیں آئیں اور میں سرخرو

صاحبان ــــ مختصر سی گفتگو کو پورے غور اور توجہ سے سُنیں تاکہ آپ کو وہ بات یاد رہے جو میں کہنا چاہتا ہوں ــــ میں آج کی یہ گفتگو اس بات سے شروع کرتا ہوں کہ جتنے بھی انبیاء دُنیا میں تشریف لائے ــــ جن کی تعداد کا صحیح اندازہ ابھی تک نہیں ہے ــــ شہرت عام یہ ہے کہ ایک لاکھ اور چوبیس ہزار ــــ یہ شہرتِ عام ہے ــــ یہ نہیں کہ یہ تعداد طے شُدہ ہے ــــ یہ ایک شہرتِ عام ہے ــــ پھر ان تمام انبیاء میں سے بعض کا ذکر قرآن میں ہے اور اکثر و بیشتر کا تذکرہ نہیں ــــ مگر ایک بات ان سارے انبیاء کے متعلق مشترک طور پر قرآن میں موجود ہے ــــ کہ ان انبیاء نے اپنے تشریف لانے اور ہدایت فرمانے کا مقصد یہ بیان کیا ہے، بزبان قرآن ــــ بزبان خدا ــــ وَمَا علینا اِلّا البلاغ ــــ ہم اس لئے دنیا میں آئے ہیں کہ اے دُنیا والو تمہارے سامنے حق کی، اور حکم خدا کی تبلیغ کریں ــــ یہ بیان کرتے کرتے ــــ کرتے کرتے ــــ جب نبوّت چلتے چلتے خاتم النبیینؐ پر پہنچی ــــ ان سے بھی لوگوں نے پوچھا کیا آپ بھی اسی طرح نبی ہیں جس طرح وہ تھے؟ ــــ آپ بھی تبلیغ ہی کے لئے آئے ہیں؟ جس طرح وہ آئے تھے ــــ تو آپ نے فرمایا نہ ــــ میں تبلیغ کے لئے نہیں آیا ــــ میرا مقصد بلاغ نہیں ہے ــــ بلاغ کے معنی یہ ہیں کہ بالکل سُلجھے ہوئے انداز میں کسی بات کو کسی سے کہدیا جائے ــــ اس کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے اس کا ذمہ دار وہ کہنے والا نہیں ہے ــــ اسے تبلیغ کہتے ہیں ــــ سمجھ میں آیا نہ آیا ــــ آپ کا کیا مقصد ہے؟ تبلیغ؟ کہ نہ میں تبلیغ کے لئے نہیں آیا ــــ میرے اللہ نے میرے آنے کا مقصد تبلیغ کے علاوہ مقرر کیا ہے ــــ کیا؟ کہ یُعلِمُهم الکتاب الحکمة ــــ میرا مقصد تبلیغ نہیں تعلیم ہے۔

تعلیم چیز اور ہے، تبلیغ چیز اور ہے ـــــ میں مبلّغ نہیں ہوں میں معلّم ہوں ـــــ سمجھ میں آیا یا صاحبان کے؟ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آتی جا رہی ہے ـــــ ایک یہ بڑا فرق ہے، باقی انبیاء میں اور ہمارے نبیؐ میں کہ وہ سب مبلّغ تھے، ہمارا رسولؐ معلّم تھا ـــــ سمجھ رہے ہو نا حضور والا ـــــ مبلّغ کے لئے کوئی لمبے چوڑے علم کی ضرورت نہیں ـــــ مگر معلّم کے لئے ـــــ جس چیز کی وہ تعلیم دے رہا ہے اس کی ہر جزئیات تک کی مہارت ضروری ہے ـــــ مبلّغ کا کام ہے کہہ دینا ـــــ اور معلّم کا کام ہے سمجھا دینا ـــــ دونوں میں لحاظ بڑا مشکل ہے ـــــ اس لئے کہ مبلّغ کے سامنے بھی اور معلّم کے سامنے بھی جو مجمع آئے گا اس میں ذہین ہوں گے ـــــ کچھ کم ذہن کے ہوں گے ـــــ کوئی کُند ذہن ہوں گے ـــــ کوئی توجہ کرنے والے ہوں گے ـــــ کوئی کھلاڑی ہوں گے ـــــ تو مبلّغ نے بات کہہ دی کُند ذہن سن رہے ہیں ـــــ توجہ والے توجہ دے رہے ہیں ـــــ مگر معلّم کو اس طرح بات کرنی پڑے گی کہ ہر طبقے کے آدمی کے ذہن میں وہ بات بیٹھ جائے ـــــ گویا اس کا کام ہے سمجھانا ـــــ تو اتنا فرق تو یہ ہو جائیگا مبلّغ اور معلّم میں کہ مبلّغ کہے گا کہ بھائی ذرا جو سمجھ دار ہیں۔ وہ آگے آ جائیں اور جو نا سمجھ ہیں وہ پیچھے بیٹھیں ـــــ مگر معلّم کا کام ہے سمجھانا ـــــ وہ یہ نہیں کہے گا ـــــ وہ تو یہ کرے گا کہ بھئی وہ جو ذرا نا سمجھ ہیں جن کی سمجھ ذرا کمزور ہے وہ ذرا اور قریب آ جائیں ـــــ سمجھے حضور ـــــ یہ بیّن فرق ہے ـــــ مبلّغ میں اور معلّم میں ـــــ اگر یہ بات آپ لوگوں کے ذہن میں آ گئی ہے اور یقیناً آ گئی ہو گی ـــــ کہ ہمارے نبیؐ کا کام ہے تعلیم ـــــ اُن کا کام ہے تبلیغ ـــــ میں کئی دفعہ آپ کو یہ بات سمجھا چکا ہوں ـــــ آپ ان باتوں کو سرسری سمجھ کر بھول جاتے ہیں ـــــ نظر انداز کر دیتے ہیں ـــــ مگر یہ بھولنے کی باتیں نہیں ـــــ انہی کے اندر ساری بات ہے ـــــ یہی سارا فلسفہ اور منطق ہیں ـــــ کہ تعلیم کا قاعدہ یہ ہے ـــــ نقطہ قاعدہ

ہیر ___ یہ ___ سو برس کا ہے ___ بسم اللہ تم بھی آجاؤ ___ یہ صاحب ابھی ابھی پیدا ہوئے ہیں ___ بسم اللہ تم بھی آجاؤ ___ عمر کوئی قید نہیں ___ جیسا جیسا طالب علم ہے، آ رہا ہے، اس کے مطابق اسے پڑھایا جائے گا ___ تو اس طرح یہ درسگاہ ہے ___ خوب سمجھ میں آ رہی ہے نا بات صاحبان کے؟ ___ یہ کالج ہے ___ یہ درسگاہ ہے ___ جس میں مختلف جماعتوں میں مختلف ملکوں اور طبیعتوں کے طلبہ داخل ہیں اور اپنی اپنی صلاحیت و استعداد کے مطابق وہ علم حاصل کر رہے ہیں ___ معلم ذرہ برابر بھی کوتاہی کسی کے پڑھانے میں نہیں کرتا ___ سب پہ یکساں توجہ کرتا ہے۔ یکساں سب سے سلوک کرتا ہے ___ سب سے مہربانی سے پیش آتا ہے ___ یہ اور بات ہے کہ گھر جا کے اپنے بچوں کو ٹیوشن کے طور پر بھی پڑھا دیتا ہے ___ باقی مدرسے میں سب کے ساتھ یکساں سلوک ہے ___ مدرسے میں سب کو یکساں طور پر پڑھاتا ہے ___ یہ ہمارا رسولؐ معلم ہے ___ جب معلم ہے ___ درسگاہ ہے ___ کالج ہے ___ تو اس میں درجات بھی ہیں ___ یہ میٹرک ہے ___ یہ ایف اے ہے ___ یہ بی اے ہے ___ تو اس کے درجات جو ہیں ___ وہ جو سلیبس کی کتاب ہے اس درس گاہ کی ___ جہاں نصاب تعلیم اس کا مقرر کیا ہے وہاں اس کے درجات بھی مقرر کئے ہیں ___ پہلی کلاس یہ ہے ___ دوسری یہ ہے ___ تیسری یہ ہے چوتھی یہ ہے ___ سمجھے ___ وہ کلاسیں جہاں مقرر ہوئی ہیں ___ وہ آیت میں آپ کو سنا کر پھر مجلس شروع کرتا ہوں ___ اب آپ حضرات نے میری بات پہ غور کر لیا ہے اچھی طرح سے؟ ہوں ___ آگئے نا مدرسے میں آگئے تم؟ امتحان دینا پڑے گا ___ یہ نہیں ہوگا کہ چھ مہینے میرا سر کھپاؤ اور امتحان کے وقت بھاگ جاؤ ___ یہ نہیں ہو سکتا ___ یہ غلط ہے ___ امتحان بھی دینا پڑے گا اگر آگئے تو ___ سال بھر بیٹھے رہے کہ یہ پڑھاؤ اور جب میں امتحان کے لئے لے جاؤں تو بھاگ جاؤ ___ یہ نہیں ہو سکتا

ـــ امتحان بھی دینا پڑے گا ـــ سمجھے حضور ؟ اور یہ امتحان بڑی نامراد شے ہے ۔
ـــ یہ بچے جو امتحان دیتے ہیں ان سے پوچھو ـــ بڑی ہی نامراد شے ہے یہ امتحان
ـــ امتحان کے سنٹر سے بڑھ کر کوئی جیل نہیں ہے ـــ کوئی خطرناک جگہ نہیں
جتنا امتحان کا سنٹر خطرناک ہوتا ہے جتنی وہ جیل بُری ہوتی ہے ـــ امتحان بڑی سخت
چیز ہے ـــ یاد رکھو دوستو ـــ میری بات کو بھولنا نہیں ـــ ان باتوں کو یاد رکھنا
ـــ امتحان انسان کا بھی ہوتا ہے ـــ امتحان حیوانوں کا بھی ہوتا ہے ـــ درختوں کا بھی
ہوتا ہے ـــ پتھروں کا بھی ہوتا ہے ـــ آپ زمیندار ہیں ـــ آپ تو گندم کا
امتحان لیتے ہیں ـــ یہ کس قسم کی ہے ؟ اور یہ کس قسم کی ـــ تب اسے کاشت کرتے
ہیں ـــ روئی کا ، کپاس کا امتحان لے کر ـــ کون سی ؟ کس قسم کی ہے ؟ تب اسے
کاشت کرتے ہیں یا نہیں ـــ پتھروں کا امتحان بھی ہوتا ہے ـــ حیوانوں کا بھی ـــ
ضلع سرگودھا میں وہ کیا نام ہے ؟ ڈپو ـــ کیا نام ہے اس کا ؟ ؟ ـــ مونا ڈپو ـــ
اس میں گھوڑے پلتے ہیں ـــ فوج کے لئے ـــ تو ہر سال جو گھوڑے تیار ہوتے
ہیں نا ـــ وہ جاتے ہیں فوج میں ـــ یہ نہیں کہ جتنے گھوڑے مونا ڈپو میں تیار ہوئے
وہ فوج میں چلے گئے سارے ـــ ایک ماہر آ کے ان کا امتحان لیتا ہے گھوڑوں کا
ـــ بڑے بڑے تیار ، تندرست ، اعلیٰ درجے کے گھوڑے ، بچھڑے سامنے کھڑے
ہیں ـــ اس نے ان میں سے دس چھانٹ لئے ـــ باقی اَن فِٹ کر دیئے ـــ
وہ تو بڑے خوبصورت ، شاندار تھے ـــ یہ کیوں اَن فٹ کئے تم نے ؟ ـــ کہ
ہمارا معیار ہے امتحان کا ؛ ہم نے انہیں فوج میں لے جانا ہے ـــ ہم نے ان سے
توپیں کھنچوانی ہیں ـــ تو ہم یہ بات دیکھتے ہیں کہ فوج میں جو گھوڑا لے جاؤ وہ توپ
کھینچ کے میدان میں لے جائے ـــ چاہے گولے برسیں ـــ چاہے ہوائی جہاز
اوپر سے بم باری کریں ـــ چاہے کچھ ہو ـــ وہ کہیں توپ لے کے بھاگ نہ جائے

—— سینہ سپر ہونا چاہیے اس کو —— کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری توپ ہی کو لے کر بھاگ جائے نامراد —— دوسرے یہ کہ جنگ کے میدان میں ہمیں ہفتوں، مہینوں خندقوں میں رہنا پڑتا ہے —— دشمن کو پتہ نہ چلے کہ ہم کہاں ہیں —— وہیں ان گھوڑوں کو ہمارے ساتھ رہنا پڑتا ہے —— یہ صفت ہو اس میں کہ اگر کہیں دشمن کے خطرے سے چھپنا پڑے تو کہیں ہنہنانے نہ لگ جائے —— ایسے گھوڑے بداصل ہوتے ہیں نامراد —— اسی بات ان کا امتحان ہوتا ہے —— تو ہر چیز کا امتحان ہے —— رسولؐ کا ایک مکتب ہے —— کالج ہے —— مدرسہ ہے —— حضورؐ معلم ہیں —— دنیا ان کی طالب علم ہے —— اس کی کلاسیں ہیں —— یہ پہلی ہے، یہ دوسری ہے، یہ تیسری ہے —— اب یہ اللہ کی توفیق ہے کہ جس کلاس کا کوئی پہلے پاس کرے —— ان کلاسوں کی جو ترتیب سلیبس میں ہے وہ یوں ہے —— بھائی —— بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط والعصر ان الانسان لفی خسر ہ پہلی کلاس —— اِنَّ الذین اٰمنوا، دوسری کلاس —— وعملوا الصالحات تیسری کلاس —— وتواصوا بالحق، چوتھی کلاس —— وتواصوا بالصبر، پانچویں کلاس —— اب دیکھنا یہ ہے کہ کون انسان کس کلاس میں کامیاب ہوتا ہے —— کون داخل ہونے والا کس کلاس ....؟ ان الانسان لفی خسر —— ہنسنا نہیں —— کہیں ایسا نہ ہو کہ طالب علم تو بڑا پرانا ہو اور خسر سے ہی راضی ہو جائے یہ پہلی کلاس ہے —— ان الانسان لفی خسر —— بالکل پہلی کلاس ہے —— اس میں تم داخل ہوئے آکے —— اس میں تم سب نقصان میں ہو —— سب گھاٹے میں ہو —— یہ گھاٹا کیا ہے انسان کو؟ —— نقصان کیا ہے انسان کو؟ اس میں بڑی تفصیلیں ہیں فیصلہ —— یہ ساری تفصیلات آپ کے سامنے بیان کرنے کے لئے بڑا وقت چاہیئے کہ انسان کہاں کہاں، کس کس طرح نقصان میں ہے —— گھاٹے میں رہتا ہے —— یہ وہ کلاس ہے جس میں سب شامل ہیں —— "لفی خسر" والی —— اب اس کلاس کو پاس کیا

کسی نے آگے کلاس آئی ـــــ ان الذین امنوا ـــــ یہ ہے گویا پکی کلاس ـــــ
اب تم امنوا بن گئے ـــــ آمنو کے معنی کیا ہیں؟ تمہارے مزاج میں، تمہاری طبیعتوں
میں، تمہارے اخلاق میں، تمہاری عادات میں امن پسندی پیدا ہو ـــــ یہ ہے امن
ـــــ آمنو، کوئی ایسی شے نہیں جو آسمان سے برستی ہو ـــــ کوئی لباس نہیں جو آدمی
کو پہنادیا جاتا ہو ـــــ کوئی اور رنگ نہیں جو آدمی پر چڑھا دیا جاتا ہو ـــــ آمنو کا لفظ
'ایمان' سے اور ایمان کا لفظ "امن" سے بنا ہے ـــــ یعنی اب تم میں جھگڑا فساد نہیں
رہا ـــــ لڑائی فساد نہیں رہا ـــــ خواہ مخواہ کو الجھنا نہیں رہا ـــــ اب تم امن پسند
بن گئے ہو یا نہیں ـــــ سمجھے نا حضور؟ اب امن والی کلاس کا جو معلّم ہوگا وہ خود
ایسا ہو کہ اس امن میں اس درجے پہ پہنچ چکا ہو کہ امن قائم رکھنے کے لئے باوجود طاقت کے
دنیا بھڑکاتی رہے ـ کچھ بھی کہتی رہے، مگر وہ امن کی خاطر اپنے حقوق کو چھوڑ کر خاموش
بیٹھ جائے ـــــ ایسا امن پسند، کُلّ ایمان کہلا کر آمنو کا مصداق بن جاتا ہے ـــــ
ایسا ہی معلّم دوسروں کو امن سکھا سکتا ہے ـــــ تم آمنو کلاس پاس کر چکے ـــــ
اس لئے تمہارا نام آج سے ہوگا ـــــ امیر المومنین ـــــ یہ مومنین کی کلاس تمہیں مبارک
ہو ـــــ امیر تو چھوٹی سی چیز ہے، یہ اور بلند ہوگا ـــــ یہ نہیں کہ امیر المومنین پہ جا کے بات ختم
ہوگئی ـــــ سمجھے حضور ـــــ اب تم آمنو کلاس کو پڑھانا ـــــ تم ہو امیر المومنین ـــــ
اس کے بعد کیا ہوگا ـــــ اس کے بعد ہے ـــــ عمل الصالحات ـــــ محض پُر امن بن
کے بیٹھ جانا ہی کافی نہیں ـــــ آرام سے بیٹھے ہیں ـــــ کہدیا کہ امن ہے ـــــ
گھر بیٹھے ہیں بڑے حوصلے سے ـــــ کیا ہے؟ کہ امن ہے ـــــ یہ امن نہیں ـــــ
سمجھ میں آیا نہ آپ کے ـــــ کسی کے گھر میں آگ لگ رہی ہے ـــــ اندر بیٹھے ہیں ـــــ
ہم تو نہیں جاتے ـــــ کہ کیا ہے؟ ـــــ جی امن ہے ـــــ گھر دوسرے کا جلے،
تم آرام سے بیٹھو، اس کا نام امن رکھو ـــــ یہ ہے دنیا کی سب سے بڑی حماقت اور

سب سے بڑی ذلالت ـــــ اپنا گھر جل رہا ہو اور ہائے نہ کرے آدمی یہ اور بات ہے۔
گھر کسی کا جلے، صبر ہم کریں ـــــ کیا ہے جی؟ امن ہے ـــــ یہ بات دنیا کی سب
سے بڑی ذلالت ہے ـــــ سمجھے نا حضور والا ـــــ تو امن یہی نہیں ہے کہ جی آرام سے بیٹھے
ہیں کیا ہے جی؟ امن ہے ـــــ غلط ہے ـــــ اسے امن نہیں کہتے ـــــ توجہ ہے نا حضور
والا ـــــ اسے امن نہیں کہتے ـــــ امن کے معنی یہ ہیں کہ اس کے ساتھ ساتھ عمل الصالحات
بھی ہوں ـ تم ہاتھ پاؤں توڑ کے نہ بیٹھ جانا بلکہ جو نیک کام ہیں وہ بھی کرتے رہنا ـــــ
اب یہ جو نیک کام کا لفظ ہے نا ـــــ یہ بڑا مشکل لفظ ہے ـــــ حضور ـــــ ہر آدمی کے
مزاج کے مطابق نیک کام کا معیار الگ الگ ہوتا ہے ـــــ نیک کام ہر ایک کے نزدیک
الگ الگ ہے ـــــ ایک کام ایک کیلئے نیک اور عبادت ہے وہی کام دوسرے کے لئے
بد اور بدعت ہے ـــــ نیک کا معیار الگ الگ ہے ـــــ سمجھے ـــــ کوئی کسی بات کو
نیک سمجھتا ہے، کوئی کسی بات کو، ـــــ کلاس کے لڑکے بیٹھے ہیں ـــــ ایک نے کہا
چل یار دوڑیں ـــــ سیر تفریح کر لیں ـــــ اس کے نزدیک بہت کمال ہے یہ کہ کلاس
سے بھاگ کے کھیلا جائے ـــــ کھیل رہے ہیں ـــــ کسی کے نزدیک یہ نیکی ہے۔ وہ بیٹھ
کے پڑھ رہے ہیں ـــــ اپنی اپنی بات ہے ـــــ اصل میں نیکی کا معیار ـــــ
اگر ہم اپنی عقل سے فیصلہ کرنا شروع کر دیں تو پھر نیکی ایسا عجوبہ بن جائے کہ دنیا میں کہیں
اس کا وجود نہ پایا جائے ـــــ ہر ایک الگ الگ شئے کو نیکی سمجھے گا ـــــ کوئی کسی بات
کو، کوئی کسی بات کو ـــــ ایک مصیبت بن جائے گی یا نہیں ـــــ لہٰذا ضروری ہے کہ
نیکی کے کام کو طے کرنے کے لئے کہ عمل الصالحات کیا شئے ہے ـــــ یہ طے کرنے کے
لئے معلّم ہی کی طرف رجوع کیا جائے ـــــ جناب آپ فیصلہ کریں کہ یہ ـــــ اس کا معیار
کیا ہے ـــــ ہمارے کرنے سے نہیں ـــــ ہم تو اپنے اپنے مزاج کے مطابق صالحات
بنائیں گے ـ آپ بتائیں کہ عمل صالح کیا ہے؛ تاکہ ہم ایمان کے بعد وہ عمل صالح کریں ـــــ

اور چونکہ آپ معلّم ہیں ـــ لہٰذا جو عمل صالح آپ ہمیں بتائیں ـــ وہ محض بتائیں ہی نہیں ـــ اس لئے کہ آپ مبلغ نہیں ہیں ـــ وہ کرکے دکھائیں ـــ آپ نرے مبلغ ہی نہیں جو صرف بتائیں ـــ آپ معلّم ہیں ـــ عمل صالح ہمیں کرکے دکھائیں ـــ اس نے کہا اچھا ـــ ٹھہرو ـــ آؤ ـــ تمہیں کرکے دکھاتا ہوں ـــ تم دیکھتے رہنا ـــ چونکہ یہ عمل کا معاملہ ہے، یہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے ـــ قول کا معاملہ سننے سے تعلق رکھتا ہے جو میں کہوں اسے سُن لو اور جو عمل ہے اسے دیکھو ـــ سمجھے ـــ تمہیں دیکھنا پڑے گا ـــ اب میں تمہیں عمل صالح دکھاتا ہوں ـــ دیکھو ـــ اے ـــ یہ ہے عمل صالح ـــ دیکھو اِسے ـــ نماز سُن کے نہ پڑھنا ـــ میں نے کہدیا نماز پڑھو ـــ تم نے پڑھ لی نا؟ صلوکما رایتمونی ـــ دیکھو مجھے میں کس طرح نماز پڑھتا ہوں ـــ دیکھو ـــ آؤ دیکھو ـــ نماز عمل صالح جب بنے گی، جب مجھے دیکھ دیکھ کر میرے طریقے سے نماز پڑھو گے ـــ دیکھتے رہو اچھی طرح ـــ دیکھ رہے ہو ـــ ہیں؟ دیکھ رہے ہو نا؟؟ دیکھو کہاں نماز ٹوٹتی ہے ـــ کہاں نماز مکمل ہوتی ہے ـــ دیکھتے رہو ـــ اگر نماز پڑھتے ہوئے ایک آدمی نے گھڑی کو چابی دینا شروع کردی ـــ ٹوٹ گئی ـــ یہ زائد عمل ہے ـــ اس سے غلط ہو جائے گا ـــ نماز پڑھتے پڑھتے کسی روتے ہوئے بچے کے سر پہ ہاتھ پھیر دیا ـــ نماز ٹوٹ گئی نا؟ یہ غلط ہے ـــ ایسا نہیں ہوسکتا ـــ پھر اگر ان افعال سے نماز ٹوٹتی ہے کسی معلّم نے بتایا ہے ـــ تو یہ دیکھتے رہو کہ کہاں نہیں ٹوٹتی ـــ اگر بچے کے سر پر ہاتھ پھیر دو تو ٹوٹ گئی ـــ اور بچے کو گھنٹہ بھر کمر پہ بٹھائے رکھو تو نہیں ٹوٹتی ـــ یہ معلّم بتاتا ہے ـــ ہمارے کانٹے کا ـــ سمجھے ـــ تمہارے فیصلے سے نہیں ہوگا ـــ یہ معلّم بتائے گا کہ عمل صالحات ہیں کیا شے؟ کہاں نماز میں نقص آتا ہے کہاں نماز پوری ہوتی ہے ـــ یہ معلّم سمجھاتا ہے ـــ سمجھے ـــ کسی سے عداوت نہ کرو ـــ کسی سے جھگڑا نہ کرو ـــ تمہیں کوئی حق نہیں کسی کو بُرا یا بھلا کہنے کا ـــ

معلم کو دیکھو جا کے وہ کیا کہتا ہے ــــ وہ کہتا ہے نماز پڑھو ــــ اور نماز کی مقبولیت کے لئے درود شریف پڑھو ــــ پڑھونا درود شریف ــــ اللھم صل علی محمدٍ وآل محمدٍ والاصحاب محمدٍ ــــ یہی درود شریف ہے ــــ کیا نماز میں یہی درود شریف پڑھوگے ــــ نہ وہاں تو نہیں پڑھنا ــــ کیوں؟ ــــ کہ نماز نہیں ہوگی ــــ کہ وہاں کتنی پڑھنی ہے ــــ کہ بس آل محمدٌ تک ــــ اور نماز کے بعد ــــ پھر اصحاب محمدٌ اور نماز میں اگر اصحاب محمدٌ کہہ دو تو نماز نہیں ہوگی ــــ اور اگر آل محمدٌ نہ کہو تو نماز نہیں ہونے کی ــــ یہ عملِ صالح بتایا ــــ کہ دیکھو ہم کسی کو برا نہیں کہتے مگر آل اور اصحاب میں یہ فرق ہے کہ آل کا نام نہ لینے سے نماز غلط اور اصحاب کا نام لینے سے نماز غلط ــــ اگر وہاں اصحاب کہہ دو تو نماز غلط ــــ آل نہ کہو تو نماز ہوگی ــــ نہیں ــــ یہ عملِ صالح ہے جو ہمیں بتایا ــــ دیکھو اِدھر آؤ ــــ جس طرح میں عمل کر دوں اسی طرح عمل صالح بنتے ہیں ــــ تمہارے لئے یہ قانون ہے اللہ کا ــــ کیا؟ لاطرفعو اصواتکم فوق صوت النبی ــــ یاد رکھو مسلمانوں، اتنے ادب سے رہنا رسولؐ کے سامنے کہ تمہاری آواز رسولؐ کی آواز سے بلند نہ ہونے پائے ــــ جس آواز سے بول رہا ہے ــــ اگر تم بولو تو اس کی آواز سے کم آواز میں بولنا ــــ خبردار اس کی آواز سے تمہاری آواز بلند نہ ہونے پائے ــــ رسولؐ کے ساتھ تمہارا برتاؤ ــــ قد جھر بعضکم بعضاً ــــ نہ ہو ــــ جس طرح تم آپس میں ملتے ہو اس طرح نہ ملنا کہ گلے مل رہے ہیں ــــ ہاتھ ملا رہے ہیں ــــ نہ ــــ اس کا فرق رکھنا ــــ رسولؐ کا یہ ہے تمہارے لئے، مسلمانوں کے لئے حکم ــــ کہ اگر تم رسولؐ کو سامنے آتا دیکھو تو چاہے تم نماز ہی کیوں نہ پڑھ رہے ہو ــــ یہ حکم ہے ــــ نماز پڑھ رہے ہو اور رسولؐ نے آواز دی ــــ اِدھر آؤ ــــ فوراً ــــ اگر تم نے نماز کی وجہ سے اس کی تعمیل نہ کی تو مرگئے، کفر ہے ــــ فوراً ــــ رسولؐ کے جواب میں ــــ یہ ہمیں حکم ہے ــــ سمجھے حضور ــــ

یہ عمل صالح ہے ہمارے لئے ـــــ یہ ہمارا عمل صالح ہے ـــ مگر ہم رسولؐ کا عمل صالح کیا دیکھ رہے ہیں ـــ کہ ہم تو آواز اونچی نہیں کر سکتے ـــ اس کے بلانے پہ نہ بولیں تو کفر ہو جائے اس کے آگے چل پڑیں تو کفر ہو جائے ـــــ اس کے سامنے بے ادبی سے بیٹھیں کفر ہو جائے ـــ اس کے گھر میں جھانکنا مت ـــ خبردار ـــ کفر ہو جائے گا ـــــ اگر وہ تمہیں کھانے پہ بلائے اس کے برتنوں کو نہ دیکھنا کہ یہ کس چیز کا ہے ـــ یہ کس چیز کا ہے نہ دیکھنا ـــ کفر ہو جائے گا ـــ جس فرش پہ وہ بیٹھا ہے ـــــ اس پہ بچ کے ادب سے بیٹھو ورنہ کفر ہو جائے گا ـــ یہی ہوا تھا نا کہ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ ـــــ ام المومنین رسولؐ کی زوجہ محترمہ ـــــ حضرت ابوسفیان کی بیٹی ـــ امیر معاویہ کی حقیقی بہن ـــــ یزید کی سگی پھوپھی ـــ جناب ام حبیبہؓ رسولؐ کی حرم محترم تھیں ـــــ رسولؐ کی بیوی تھیں ام حبیبہؓ ـــــ سمجھ گئے ہو نا حضور ـــ وہ جو رسولؐ کے گھر میں تھیں جناب ام حبیبہؓ ـــ ان کے باپ ابوسفیان اپنی بیٹی سے ملنے آئے رسولؐ کے گھر ـــ آئے ـــ بیٹی نے سلام کیا ـــــ کھڑے ہو کے تعظیم کی ـــ باپ تھے ـــ جب بیٹھنے لگے تو کہا ابا ذرا ٹھہرنا ـــ اب جو دری بچھی تھی ، لپیٹ لی ـــــ بسم اللہ ابا تشریف رکھو ـــ زمین پہ ـــــ تو ابوسفیان نے بڑے رعب سے کہا ـــــ ام حبیبہ جانتی ہو میں کون ہوں ـــ میں عرب کا بے تاج بادشاہ ہوں ـــــ میں لاکھوں فوجیں اکٹھی کرلاتا ہوں محمدؐ کے مقابلہ میں ـــــ عرب میں میری دھاک بیٹھی ہوئی ہے ـــ تو مجھے اس پھٹی ہوئی دری پہ نہیں بیٹھنے دیتی ـــــ ام حبیبہؓ نے کہا ـــــ یہ رسولؐ کے بیٹھنے کی ہے ـــــ تم چاہے کچھ بھی سہی نہیں بیٹھ سکتے ـــــ آج مسلمانوں کی کتابیں بھری پڑی ہیں اور وجد آتے ہیں ـــــ لوگوں کو ـــــ کہ واہ ام حبیبہؓ کیا کہنے تیرے ـــــ ام المومنین ہو تو ایسی ہو ـــ کہ نہیں بیٹھنے دیا۔ باپ کو رسولؐ کی جگہ پہ ـــ ام المومنین ہو تو ایسی ہو ـــ جو رسولؐ کی جگہ باپ کو نہ بیٹھنے دے ـــ ام المومنین کی یہ شان ہے ـــــ یہ اس کا احترام کہو ـــ یہ عمل صالح ہے مے

گھر سے باہر ایک قدم بھی رکھ دیتی تو آج یہ بات مشہور ہوتی کہ جناب عورتوں کی یہ فطرت ہوتی ہے کہ وہ باوجود سمجھانے کے گھر سے نکل آتی ہیں، اسی لئے زینبؑ نکل آئی ——— نہ بالکل نہیں ——— اکبرؑ، شہید ہو یا عونؑ و محمدؑ ——— چاہے حسینؑ خود کیوں نہ شہید ہوں ——— کہہ جو گئے ہیں، گھر سے باہر نہیں آنا ——— بس نہیں آنا زینبؑ تو شریکِ عمل ہے امام زین العابدین علیہ السلام کی ——— سمجھے حضور ——— جس وقت حسینؑ اپنا کام ختم کر چکے تو اس نے آکر جگایا ہے امام زین العابدینؑ کو ——— بیٹا اُٹھو ——— تم غور نہیں کرتے ——— قُم یا بُنَیّا ——— بیٹا اٹھو ——— پتہ نہیں کتنی دفعہ پکارا ہے بیٹا بیٹا کہہ کے ——— بیٹا اٹھو ——— امامؑ نے آنکھ نہیں کھولی بیٹا کہہ کے پکارتی رہیں ——— سمجھ گئیں ——— ایک دم جوش میں آکے کہتی ہیں ——— قُم یا امامِ زماننا ——— میرے زمانے کے علیؑ اٹھ میری مدد کر ——— اے امام زمانہ اُٹھ ——— اب بیٹا نہیں کہا ——— اب امامؑ کہا ——— امام کہہ کے جو پکارا فوراً اٹھ کے بیٹھ گئے ——— اب یہ ذمہ داری ہے ——— کہ "اماں کیا کہہ رہی ہو؟" ——— کہ بیٹا تو اس وقت زمانے کا امام ہے" ——— اس فقرے سے ہی سمجھ گئے کہ کیا ہو گیا ——— بیٹھ گئے اُٹھ کے ——— ذرا خیال نہیں کہ بیماری ہے یا تکلیف ہے ——— اُٹھ کے بیٹھ گئے ——— "اچھا اماں! میں امام ہوں؟" کہ ہاں بیٹا تو امامؑ ہے امامِ زمانؑ ہے اور میں تیری پھوپھی زینبؑ ہوں ——— اماں میں نے پہچان لیا ——— کہ بیٹا تو تو مجھے پہچانتا ہی ہے ——— ضرورت تو مجھے ہے تجھے پہچاننے کی ——— ورنہ میں جاہلیت کی موت مر جاؤں گی ——— بیٹا اگر تجھے نہ پہچانا ——— تجھے ضرور پہچاننا ہے ——— تو زمانے کا امام ہے ——— اماں تم سے بہتر معرفتِ امام کسی کو نہیں بیٹا یہ تو بات ہو چکی ——— اب میں تجھ سے بحیثیت امامؑ کے یہ حکم لینا چاہتی ہوں کہ جن خیموں سے حسینؑ کہہ گئے تھے باہر نہ آنا وہ سب جل گئے ——— جن خیموں سے باہر نہ

اُنے کو حسینؑ نے منع کیا تھا وہ خیمے کچھ جل گئے کچھ جل رہے ہیں ــــ اب میرے ساتھ یتیم بچے ہیں ــــ بیوہ عورتیں ہیں اور بیٹا بہ بھی سن لے کہ میں بڑی شرمندہ ہو رہی ہوں ان عورتوں سے ــــ کسی کا شوہر مرگیا ہے ــــ کسی کا بھائی مرگیا ہے ۔ یہ بخیر خاندانوں کی ہیں ہیں ان سے شرمندہ ہوں ــــ ہماری حمایت میں یہ سب تباہ ہوگئیں ــــ میں ان میں سے ایک ایک کو سمجھا رہی ہوں ــــ بی بیو ، تمہارا بڑا احسان ہے ــــ اور بیٹا سب سے زیادہ شرم مجھے اپنی بھرجائیوں سے آتی ہے ــــ بڑے بڑے گھرانے کی خواتین ہیں ــــ ہمارے گھر میں ان کی شادیاں ہوئی تھیں ــــ میں ان کے سامنے بڑی شرمندہ ہو رہی ہوں ــــ وہ کیا سوچتی ہوں گی کہ فاطمہؑ کی بہو بن کے یہی حال ہونا تھا ــــ بیٹا میں بڑی مشکل میں پھنس گئی ہوں تو زمانے کا امام ہے ــــ مشکل کشا ہے ــــ میں تجھ سے حکم لینا چاہتی ہوں ــــ دل میرا بڑا گھبرا گیا ہے ــــ آخر خاتون ہوں ــــ میرا دل بڑا گھبرا گیا ہے ــــ تو امام زمانہ ہے ــــ حکم دے کہ ان سب عورتوں ، بچوں کو ساتھ لے کر تیرے حکم کی دیر ہے ان ہی خیموں میں جل کے مرجاؤں ــــ میں ذرا دریغ نہیں کرونگی اس بات سے ــــ حکم دے جل کے مرجاؤں ؟ کیا کروں بتا ؛ میں آپ کو کیا بتاؤں اس وقت امام زین العابدینؑ پہ کیا گذر گئی ــــ اس کا اندازہ دنیا کا کوئی انسان کرسکتا ہی نہیں ، جب آپ نے پھوپھی کو حکم دیا ہے ــــ علیکُنّا بالصحرا ــــ اماں بحیثیت امام میں یہ حکم دیتا ہوں کہ ان سب کو لے کے خیموں سے باہر آجاؤ ــــ کوئی بچہ جل نہ جائے ــــ باہر نکل جاؤ ــــ اس حکم کے دیتے وقت جو گذری ہے امام زین العابدینؑ پہ اس کا اندازہ کوئی کرسکتا ہی نہیں ــــ کہ کیا گذری اس وقت ــــ اور نکل گئے ــــ اور میرے محترم سامعین یہ سب ہماری باتیں ہیں ، ہم جو آپ سے کہہ دیتے ہیں کہ انہیں جلا ہو خیمہ کسی نے دے دیا تھا ــــ یہ غلط ہے ــــ جھوٹ ہے ــــ اُن کے خیمے کا ایک ایک

نہ جل گیا تھا ــــ ــــ جب نکل گئیں تا باہر ــ جب باہر آگئیں ــ
آکے ریت کے ٹیلوں پہ بیٹھ گئیں ــــ اب ان کے سامنے کیا تھا ــــ ان مستورات
کے ایک طرف جلے ہوئے خیموں کی راکھ اور ایک طرف بے سر کے لاشے ــــ کبھی ادھر
دیکھ رہی تھیں، کبھی اُدھر دیکھ رہی تھیں اور اٹھارہ بھائیوں کی بہن بیٹھی ہوئی یہ سوچ رہی
تھی کہ کیا ہو گیا ــــ کیا ہو گیا؟ یہ سوچ رہی تھی اٹھارہ بھائیوں کی بہن اور رات ہو گئی
ــــ اور آپ یقین فرمائیں کہ وہ بچے جو شب عاشور ساری رات روتے رہے ــــ آج
نہیں روتے، ایک بچہ نہیں روتا ــــ سب ماؤں کی گود میں چُپ ــــ یا دن کے
حادثہ سے سہم گئے ــــ اتنے ڈر گئے بچے کہ سہمے ہوئے تھے ــــ یا اس لئے نہیں
روتے کہ ہم رو کے کیا کر سکتے ہیں ــــ کون مدد کو آئے گا؟ کسے پکاریں ہم ــــ
سب بچے سہمے ہوئے ہیں ــــ بالکل سہمے ہوئے ہیں ــــ اب ٹیلوں کی آڑ میں جو
مستورات بیٹھی ہیں ــــ چار کسی ٹیلے کی آڑ میں، دس کسی ٹیلے کی آڑ میں ــــ جہاں
جہاں کسی کو جگہ ملی گئی وہ بیٹھتی گئی بے چاری ــــ سُن رہے ہو نا بھئی ــــ اور جب
رات ہو گئی تو امام زمانہ اپنی جگہ سے اُٹھے ــــ حضرت امام زین العابدینؑ ــــ
ایک ایک ٹیلے کے قریب گئے جہاں وہ خواتین بیٹھی تھیں ــــ پوچھا جا کے کہ کون ہے؟
کہ فلاں صحابی کی بیوہ ہے ــــ فلاں شہید ہونے والے کی بہن ہے ــــ فلاں شہید
ہونے والے کی ماں ہے ــــ اس کے قریب کھڑے ہو کے کہتے ــــ بہن تیرے مرنے
والے کا بڑا افسوس ہے ــــ میں تیرا احسان مند ہوں ــــ میں تیرا شکر گذار ہوں ــــ
اور جب ایک ایک بی بی کو امامؑ نے پُرسہ دے دیا تو یہ سب اکٹھی ہو گئیں امامؑ کے دربار میں
اور سب نے بیک وقت، بیک زبان ہو کے کہا ــــ اسی کو بین کہتے ہیں جو مل کر گریہ
کیا جائے ــــ تو سب نے یک زبان ہو کے کہا کہ ــــ زین العابدینؑ ــــ تیرے
بھرے گھر کے اجڑ جانے کا بڑا افسوس ہے ــــ تو آپ نے دُعا مانگی ــــ

اُن سب کا شکریہ ادا کیا ـــــ اور سجدے میں سر رکھدیا اور سبحان ربی الاعلیٰ کی آواز
کربلا کی فضا میں گونجی اور صبح تک گونجتی رہی ـــــ جب صبحِ صادق طلوع ہوئی تو فوجِ یزید
خود اس بات کی گواہ ہے کہ ہم سب نے اپنے کان سے سُنا کہ کوئی غیبی آواز آرہی تھی ـــــ
ارفعَ راسُکَ انتَ سید الساجدین ـــــ اس عالم میں سجدہ کرنے والے تُو سارے
سجدہ کرنے والوں کا بادشاہ ہے ـــــ بس اب تو سر اٹھالے ـــــ سمجھے ـــــ اور یہ
بات اور آپ کو بتاتا چلوں کہ رات کے دس بجے جب پُرسہ داری ہو چکی ـــــ بچے سہمے
ہوئے بیٹھے تھے، امام نے فرمایا اماں ـــــ اب ان بچوں کے لئے خوراک کا بندوبست بھی
ہونا چاہیئے ـــــ کوئی کھانے پینے کی چیز ـــــ سمجھے حضور ـــــ حضورؐ نے کہا ـــــ
بی بی نے دیکھا ـــــ اپنے ہی جلے ہوئے خیموں میں ایک مشک بچ گئی تھی ـــــ بی بی خود
وہ مشک لے کر فرات پہ گئیں اور وہاں سے وہ مشک بھر کے لائیں ـــــ اور جب مشک لا
رہی تھیں بھر کے تو کہہ رہی تھیں ـــــ عباسؑ یہ نہ کہنا ـــــ تم سب نے مل کر جو کام کئے ہیں
وہ سب میں کر رہی ہوں ـــــ میں اب پانی لے جا رہی ہوں ـــــ ان ننھے بچوں کیلئے
لے کے آئیں ـــــ ان بچوں نے پانی پیا ـــــ اس وقت سے امام زین العابدینؑ کی
زندگی اور زینبؑ کی زندگی شروع ہوگئی ـــــ ان دونوں کا تذکرہ جب تک ساتھ
ساتھ نہ ہو ـــــ جب تک ذکر مکمل ہوتا ہی نہیں ـــــ انشاء اللہ العزیز، بشرطِ خیریت بشرط
زندگی، اگر میں زندہ رہا تو آپ کو ان دونوں کا مفصل ذکر سناؤں گا ـــــ اور اس
تذکرے کا انعام میں نے انہی سے لینا ہے ـــــ امام زین العابدینؑ سے ـــــ ان سے انعام
لینا ہے ـــــ اور آپ سے یہ کہنا ہے کہ آپ میری ان سے سفارش کر دیں ـــــ آپ سادات
ہیں ـــــ مومنین ہیں ـــــ مولا زین العابدینؑ چالیس سال ہوگئے تیرے دروازے
پہ صدا لگاتے ہوئے کوئی اور دروازہ نہیں دیکھا تیرے دروازہ کے بغیر ـــــ دُنیا تو گذر
گئی ہے اور گذر جائے گی ـــــ عاقبت میں تو ہی سہارا ہے اور انجام تمہارے

ہے یہ تم دونوں بہن بھتیجوں کے ہاتھ ہے میں نے پنجاب، بلکہ مغربی پاکستان کے گاؤں گاؤں میں زینبؑ کا ذکر پہنچا دیا ہے لوگ زینبؑ سے آشنا نہیں تھے لوگوں کو زینبؑ کا پتہ نہیں تھا آج لوگوں کو پتہ چل گیا کہ زینبؑ کے ذکر کے بغیر یہ ذکر نامکمل ہے باقی انشاء اللہ کل بشرط زندگی آج اتنی ہی بات اللہ تمہیں سلامت رکھے تمہیں اس ذکر کی برکات سے نوازے

بحق محمدؐ و آلِ محمدؐ آمین

—— ۲ر اپریل ۱۹۷۰ء کوٹ کرم شاہ (بہیر محل) —

— ★ —

ــــ سینہ سپر ہونا چاہیے اس کو ــــ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری توپ ہی کو لے کر بھاگ جائے نامراد ــــ دوسرے یہ کہ جنگ کے میدان میں ہمیں ہفتوں، مہینوں خندقوں میں رہنا پڑتا ہے ــــ دشمن کو پتہ نہ چلے کہ ہم کہاں ہیں ــــ وہیں ان گھوڑوں کو ہمارے ساتھ رہنا پڑتا ہے ــــ یہ صفت ہو اس میں کہ اگر کہیں دشمن کے خطرے سے چھپنا پڑے تو کہیں ہنہنانے نہ لگ جائے ــــ ایسے گھوڑے بداصل ہوتے ہیں نامراد ــــ اسی بات ان کا امتحان ہوتا ہے ــــ تو ہر چیز کا امتحان ہے ــــ رسولؐ کا ایک مکتب ہے ــــ کالج ہے ــــ مدرسہ ہے ــــ حضورؐ معلم ہیں ــــ دنیا ان کی طالب علم ہے ــــ اس کی کلاسیں ہیں ــــ یہ پہلی ہے، یہ دوسری ہے، یہ تیسری ہے ــــ اب یہ ان کی توفیق ہے کہ جس کلاس کا کوئی پہلے پاس کرے ــــ ان کلاسوں کی جو ترتیب سلیبس میں ہے وہ یوں ہے ــــ بھائی ــــ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ والعصر ان الانسان لفی خسر ۝ پہلی کلاس ــــ اِنَّ الذین اٰمنوا، دوسری کلاس ــــ وعملوا الصالحات تیسری کلاس ــــ وتواصوا بالحق، چوتھی کلاس ــــ وتواصوا بالصبر، پانچویں کلاس ــــ اب دیکھنا یہ ہے کہ کون انسان کس کلاس میں کامیاب ہوتا ہے ــــ کون داخل ہونے والا کس کلاس ۔ ۔ ۔ ۔ ؟ ان الانسان لفی خسر ــــ ہنسنا نہیں ــــ کہیں ایسا نہ ہو کہ طالب علم تو بڑا پرانا ہو اور خسر سے ہی راضی ہو جائے یہ پہلی کلاس ہے ــــ ان الانسان لفی خسر ــــ بالکل پہلی کلاس ہے ــــ اس میں تم داخل ہوئے آ کے ــــ اس میں تم سب نقصان میں ہو ــــ سب گھاٹے میں ہو ــــ یہ گھاٹا کیا ہے انسان کو؟ ــــ نقصان کیا ہے انسان کو؟ اس میں بڑی تفصیلیں ہیں فیصلہ ــــ یہ ساری تفصیلات آپ کے سامنے بیان کرنے کے لئے بڑا وقت چاہیئے کہ انسان کہاں کہاں، کس کس طرح نقصان میں ہے ــــ گھاٹے میں رہتا ہے ــــ یہ وہ کلاس ہے جس میں سب شامل ہیں ــــ "لفی خسر" والی ــــ اب اس کلاس کو پاس کیا

—— امتحان بھی دینا پڑے گا —— سمجھے حضور ؟ اور یہ امتحان بڑی نامراد شے ہے ۔
—— یہ بچے جو امتحان دیتے ہیں ان سے پوچھو —— بڑی ہی نامراد شے ہے یہ امتحان
—— امتحان کے سنٹر سے بڑھ کر کوئی جیل نہیں ہے —— کوئی خطرناک جگہ نہیں
جتنا امتحان کا سنٹر خطرناک ہوتا ہے جتنی وہ جیل بُری ہوتی ہے —— امتحان بڑی سخت
چیز ہے —— یاد رکھو دوستو —— میری بات کو بھولنا نہیں —— ان باتوں کو یاد رکھنا
—— امتحان انسان کا بھی ہوتا ہے —— امتحان حیوانوں کا بھی ہوتا ہے —— درختوں کا بھی
ہوتا ہے —— پتھروں کا بھی ہوتا ہے —— آپ زمیندار ہیں —— آپ تو گندم کا
امتحان لیتے ہیں —— یہ کس قسم کی ہے ؟ اور یہ کس قسم کی —— تب اسے کاشت کرتے
ہیں —— روئی کا ، کپاس کا امتحان لے کر —— کون سی ؟ کس قسم کی ہے ؟ تب اسے
کاشت کرتے ہیں یا نہیں —— پتھروں کا امتحان بھی ہوتا ہے —— حیوانوں کا بھی ——
ضلع سرگودھا میں وہ کیا نام ہے ؟ ڈپو —— کیا نام ہے اس کا ؟ ؟ —— مونا ڈپو ——
اس میں گھوڑے پلتے ہیں —— فوج کے لئے —— تو ہر سال جو گھوڑے تیار ہوتے
ہیں نا —— وہ جاتے ہیں فوج میں —— یہ نہیں کہ جتنے گھوڑے مونا ڈپو میں تیار ہوئے
وہ فوج میں چلے گئے سارے —— ایک ماہر آ کے ان کا امتحان لیتا ہے گھوڑوں کا
—— بڑے بڑے تیار ، تندرست ، اعلیٰ درجے کے گھوڑے ، بچھڑے سامنے کھڑے
ہیں —— اس نے ان میں سے دس چھانٹ لئے —— باقی اَن فِٹ کر دیئے ——
وہ تو بڑے خوبصورت ، شاندار تھے —— یہ کیوں اَن فِٹ کئے تم نے ؟ —— کہ
ہمارا معیار ہے امتحان کا ؟ ہم نے انہیں فوج میں لے جانا ہے —— ہم نے ان سے
توپیں کھنچوانی ہیں —— تو ہم یہ بات دیکھتے ہیں کہ فوج میں جو گھوڑا لے جاؤ وہ توپ
کھینچ کے میدان میں لے جائے —— چاہے گولے برسیں —— چاہے ہوائی جہاز
اوپر سے بم باری کریں —— چاہے کچھ ہو —— وہ کہیں توپ لے کے بھاگ نہ جائے